خیر امت

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [آلِ عمران: ۱۱۰]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔"

اس آیت میں امت مسلمہ کو "خیر امت" قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کردی گئی ہے جو أمر بالمعروف، نهي عن المنكر اور إيمان بالله ہے، گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہے گی تو "خیر امت" ہے، بہ صورتِ دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پاسکتی ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کی مذمت سے بھی اسی نکتے کی وضاحت مقصود معلوم ہوتی ہے کہ جو أمر بالمعروف و نهي عن المنكر نہیں کرے گا وہ اہل کتاب کے مشابہ قرار پائے گا۔

دینی رسائل وجرائد کی ملک گیر کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ

لاہور (پ ر) ملک بھر کے نمائندہ دینی رسائل وجرائد کے مدیران کی کانفرنس ملی یکجہتی کونسل کے زیر اہتمام ۳۰ راگست ۲۰۱۲ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی میزبانی تنظیم اسلامی نے کی۔ ملی یکجہتی کونسل کے صدر قاضی حسین احمد نے کانفرنس کی صدارت کی۔ کانفرنس سے مخاطب ہوتے ہوئے قاضی حسین احمد اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مدیران دینی رسائل وجرائد کو ان کی ذمہ داری، امت کی راہنمائی میں ان کے اہم کردار اور ملت اسلامیہ پاکستان میں ہم آہنگی اور یکجہتی پیدا کرنے کے حوالے سے بریف کیا۔ مدیران جرائد نے باہمی مشاورت سے درج ذیل نکات پر مشتمل اعلامیہ کی منظوری دی۔

- مدیران رسائل وجرائد سمجھتے ہیں کہ وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ امت مسلمہ میں بالعموم اور ملت اسلامیہ پاکستان میں بالخصوص اتحاد، یگانگت اور یکجہتی کے لیے قلم وقرطاس کی صلاحیتوں کے بھرپور استعمال سے اسلام مخالف قوتوں کے عزائم کو ناکام بنایا جائے۔
- مدیران جرائد نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ ملت اسلامیہ پاکستان کو لسانی، نسلی، علاقائی اور فرقہ وارانہ تعصّبات میں مبتلا کرنے کے لیے خارجی وداخلی قوتیں سرگرم ہیں۔ دینی طبقات کی طرح دینی جرائد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ رائے کے احترام، مشترکات کے فروغ اور تفرقات کے خاتمے کو اپنے جرائد میں نمایاں انداز میں شائع کریں۔
- مدیران جرائد نے اس امر کو ایک خوش آئند فیصلہ قرار دیا کہ ملی یکجہتی کونسل امت مسلمہ میں ہم آہنگی کے وسیع تر مقاصد سے پاکستان میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دے گی اور اس مقصد کے حصول کے لیے ایک ماہانہ جریدے کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ اس جریدے کے امور کا جائزہ لینے اور ادارتی معاونت کے لیے مدیران پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے۔
- مدیرانِ جرائد نے اتفاق کیا کہ ہم اپنے رسائل وجرائد میں دل آزاری پر مبنی کسی نوعیت کا مواد شائع نہیں کریں گے۔ اختلاف رائے کے حق کو مخالفت کا رنگ نہیں دیا جائے گا۔ ہر ایسی تحریر کی اشاعت سے اجتناب کیا جائے گا جس سے دینی ہم آہنگی کے وسیع تر مقاصد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔
- مدیران جرائد نے اس عہد کا اعادہ کیا کہ وہ پاکستان میں ملی یکجہتی کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے میں ملی یکجہتی کونسل کے مقاصد اور پروگرام کو اولیت دیں گے اور اس کی سرگرمیوں کو اپنے رسائل وجرائد میں شائع کریں گے۔
- دینی رسائل وجرائد تاریخ اسلام سے کردار سازی اور اخلاق حسنہ کے واقعات کو دینی جذبے کی آبیاری کے لیے پیش کریں گے تاکہ مسلمانوں میں صبر وبرداشت، رواداری اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ ملے۔
- پاکستان میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ اور بیرونی جارحیت ایک مشترکہ ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ مدیران جرائد اس نوعیت کے واقعات کو بیرونی قوتوں کے اُس ایجنڈے کا حصہ سمجھتے ہیں جس کا مقصد پاکستان میں اسلام کو بدنام کرنا، دینی جماعتوں اور حلقوں کے بارے میں منفی تاثر پیدا کرنا ہے اور یہ اتفاق کرتے ہیں کہ ایسے واقعات کو پوری طرح سے بے نقاب کرنا، ذمہ داران کو قانون کی گرفت میں لانا اور مؤثر عدالتی نظام سے ان کو کیفر کردار تک لے جانا پاکستان کی حکومت، معاشرے کے ہر طبقے اور سب شہریوں کی یکساں ذمہ داری ہے۔ مدیران جرائد ایسی تمام کوششوں میں ملک وملت کے ساتھ قلم سے جہاد کرتے رہے ہیں اور اب بھی اسے لازمی فریضہ سمجھ کر ادا کرتے رہیں گے۔
- دینی رسائل وجرائد کو باہم مربوط کرنے، ان میں مؤثر اور بامعنی تعاون کو فروغ دینے کے لیے ''ملی جرائد کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مرزا محمد الیاس کو اتفاق رائے سے ملی جرائد کونسل کا کنوینر مقرر کیا گیا۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوة السلفية

19 شوال المکرم 1433ھ جمعة المبارک 07 تا 13 ستمبر 2012ء

شمارہ 35 جلد 64

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

ملّی یکجہتی کونسل

حافظ احمد شاکر

اتحاد واتفاق نسل انسانی کی بنیادی ضرورت ہے۔ چیلنج دے کر سامنے آنے والا دشمن ...... شیطان ...... اتحاد میں دراڑ ڈال کر اپنی کاوشوں بلکہ پھرتیوں سے دخل اندازی کا آغاز کرتا ہے۔ جس کی ابتدا اس نے ہابیل وقابیل سے کردی تھی، اس کی فتنہ گری کی یہ صلاحیت اب بہت پھل پھول کر ہم تک پہنچ چکی اور درہم ودینار کے بندوں کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرنے لگی ہے۔

انسان کی دیگر فطرتوں کی طرح اختلاف بھی انسانی فطرت ہے لیکن اس اختلاف کو شیطان جب مخالفت بنانے میں کامیاب ہوجائے تو اس کو فتنہ کہاجاتا ہے اور قرآنِ حکیم نے والفتنة اشد من القتل کا فیصلہ (یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ خطرناک فرماکر) کردیا ہے۔

وطن عزیز میں اتفاق واتحاد کے عنوان سے مختلف سیاسی ومذہبی تنظیمیں بنتی اور ان کے لیے فورم مہیا کیے جاتے رہے اور اب تک کیے جارہے ہیں۔ معروف سیاسی اتحاد، ایم۔ آر۔ ڈی، قومی اتحاد اور متحدہ مجلس عمل کے نام ہی ہمارے ذہن میں آسکے، اس طرح مذہبی اتحاد، ختم نبوت، ناموس رسالت جیسے مختلف ناموں پر بھی بنتے رہے۔ ایک عرصہ قبل ملی یکجہتی کونسل کے نام سے ایک مذہبی اتحاد کا اخبارات میں ذکر آتا رہا لیکن وقت کے سیاسی تقاضوں کی آکاس بیل نے اس کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا کہ وہ نسیاً منسیاً ہوگئی تھی یا مصلحتاً یہ اتحاد کومے میں چلا گیا تھا اب حالات کے سیاسی تقاضوں نے اس کی نمو پھر شروع کردی ہے۔ شاید اس لیے کہ متحدہ مجلس عمل سابقہ انتخابات کے نتائج سے اپنی جاذبیت اور وقار کھو چکی تھی۔ اگرچہ اس کونسل کی بیداری کو بعض اہل نظر نئے ہجری سال کے استقبال، تحفظات اور بعض موہوم خدشات کا پیش خیمہ بھی قرار دیتے ہیں۔ تاہم ملی یکجہتی کونسل کی مرکزی انتظامیہ اب تشکیل پاچکی اور صوبائی کونسلیں بھی تشکیل دی جارہی ہیں اس کونسل نے پچھلے دنوں دینی جرائد کے مدیران کی ایک کانفرنس بلائی تھی جس کی میزبانی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی قائم کردہ تنظیم اسلامی نے کی اور کلمات استقبالیہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فرزند گرامی امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ارشاد فرمائے اس کی صدارت ملی یکجہتی کونسل کے مرکزی صدر قاضی حسین احمد نے فرمائی، صدارتی ارشادات میں اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے محترم قاضی حسین احمد صاحب نے ارشاد فرمائے جس میں انھوں نے مشترکات ...... متحدہ نکات وآراء ...... کی تشہیر وتبلیغ اور عامة المسلمین کی توجہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۳ کی طرف مبذول کروائی جس کے مطابق مسلمان اپنے دل میں مرکز محبت اللہ تعالیٰ، رسولِ اکرم ﷺ اور جہاد فی سبیل کو قرار دیں۔ تاکہ وہ دنیا وآخرت کے ثمرات حسنہ سے مستفید ہوکر آخرت بہتر کریں۔ محترم قاضی صاحب کے بعد نقیب مجلس جناب ثاقب اکبر نے حاضرین کو بایں درخواست دعوت خطاب دی کہ اتحاد واتفاق کے بارے میں عملی تجاویز بیان کریں تاکہ یہ مجلس اپنے مقاصد کے حصول کی طرف بڑھے لیکن اکثر مقررین خصوصاً ایک فقہی نکتہ نظر کے حاملین تجاویز کی بجائے اپنی مظلومیت کی صدائے ماتم ہی بلند کرتے رہے جس کو اگر یہ کہا جائے کہ یہ گفتگو کونسل کے حسب مقاصد نہ تھی تو شاید یہ بے جا نہ ہوگا۔ حاضرین نے صرف برداشت اور رواداری کی خاطر کسی جذباتی گفتگو کو موضوع بحث نہیں بنایا لیکن کونسل کے صدر گرامی نے اپنے اختتامی کلمات میں بہت بلیغ انداز میں ان کی صدائے مظلومیت کی تکرار کو مناسب حال نہ قرار دیا۔

اجلاس میں مختلف حاضرین کی طرف سے کچھ تجاویز بھی آئیں جو یاد رہیں وہ ذیل میں درج ہیں:

- مختلف فقہی مکاتب فکر کی تعلیم گاہوں میں دوسرے فقہی مکتب فکر کا ایک ایسا نگران مقرر کیا جائے جو اساتذہ کے طرز تعلیم پر نظر رکھے اور اگر وہ طرز

تعلیم میں منافرت دیکھے تو......خود کسی ردعمل کی بجائے......مرکزی کونسل کو اس کی اطلاع دے تاکہ اس طرز تعلیم کی روک تھام کی جاسکے۔

- اسی طرح دینی جرائد کے مدیران کی الگ کونسل بھی تشکیل دی جائے جو مسلسل رابطے سے باہمی اختلافات کو مخالفت نہ بننے دے بلکہ اتحادی نکات کو نمایاں کرنے اور اس پر عمل پیرا رہنے کی کوششوں کی طرف راہنمائی کرے۔
- ہر مسلک کے خطباء کی فہرست ملی یکجہتی کونسل کو دی جائے تاکہ وہ خطبات جمعہ کو منافرت کی بجائے محبت کا ماحول تشکیل دینے کی کوشش کریں۔
- اخبارات وجرائد اپنے قارئین کی فہرست کونسل کو مہیا کریں تاکہ کونسل یکجہتی کا لٹریچر ہر خاص وعام تک پہنچانے کی کوشش کرے۔
- ملی یکجہتی کونسل نے ایک علمی وتحقیقی بورڈ تشکیل دیا ہے۔ محققین علماء کو چاہیے کہ وہ اس بورڈ کو اپنی خدمات پیش کریں۔
- اسلامی نظریاتی کونسل نے مختلف مکاتب فکر کے متفق علیہ نکات جو ساڑھے نو ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے جمع کیے ہیں ان کو عوام تک پہنچانے کے لیے بھی کونسل کو پیش رفت کرنی چاہیے۔
- تجویز دی گئی کہ تمام دینی ومذہبی جرائد کونسل کے مرکزی دفتر کو اعزازی جاری کریں۔

اس کے علاوہ ہم سمجھتے ہیں کہ

- چند سال قبل احترام صحابہ واہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جو قانون بنا تھا اور اس جرم کی جو سزا تجویز کی گئی تھی ملی یکجہتی کونسل اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی بھی ہر ممکن کوشش کرے اور اس کے عملی نفاذ کے لیے بھی اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائے۔
- ملی یکجہتی کونسل کے اکابرین پر مشتمل ایک سپریم کونسل تشکیل دی جائے جو ممکن ہو تو صدیوں کے مختلف فیہ امور پر اتفاق واتحاد کی مساعی بروئے کار لا کرامت کو خوش خبری دیں۔
- کسی فقہی مسلک کے طریقہ ہائے عبادت پر کسی شخص کو تنقید کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اس طرح ہر مسلک اپنے شعائر کی بجا آوری کو اپنی عبادت گاہوں تک اگر محدود رکھیں تو ان شاء اللہ وطن عزیز اخوت و بھائی چارے کی فضا سے جلد منور ہو جائے گا۔
- کونسل ایسی جامع سفارشات تیار کرے جس کی رو سے تمام خطبات، تقریریں، دروس اور مجالس کو دائماً چاردیواری کے اندر محدود رکھنے کا قانون تشکیل دیا جائے۔ خصوصاً صوبائی ومرکزی حکومتوں پر دباؤ ڈالے کہ اس پابندی پر سب سے پہلے اوقاف کے زیر انتظام مساجد میں عمل درآمد کرائے۔ اوقاف کی بعض مساجد میں جہری نمازیں، تقاریر، دروس اور عقیدت کے بلند آہنگ اظہار......جس کی آواز میلوں تک جاتی ہے...... سے قرب وجوار کی مساجد کی نمازیں بھی متاثر ہوتی ہیں اور مسجدوں میں نہ آسکنے والے بیمار بھی پریشان ہوتے ہیں۔
- بہ حیثیت کونسل ملی یکجہتی کونسل کو سیاست میں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔
- رواداری اور بھائی چارہ اور بات ہے کونسل کے اراکین کو بین المذاہب ہم آہنگی کے کسی فورم میں شرکت نہ کرنی چاہیے کہ یہ......دیگر مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی......اس کے اغراض ومقاصد میں شامل نہیں۔

احترامات لائقہ اور کونسل سے تمام نیک خواہشات کے باوجود نہاں خانہ خیال میں ایک خدشہ مسلسل گردش کر رہا ہے کہ یہ کونسل کہیں مخصوص مقاصد کا حصول ہونے یا ایک آنے والے وقت کے بعد پھر نہ کومے میں چلی جائے۔

ہم مذکورہ بالا سطور میں جن تجاویز کا ذکر کر آئے ہیں ان کے ساتھ ہمارا کلی اتفاق ضروری نہیں ایسے ہی مشترکہ اعلامیہ کی صفحہ ۲ پر اشاعت کونسل کے صدر گرامی کے حسب ارشاد کی جارہی ہے۔ اس کی اشاعت کو ادارے سے کلی اتفاق نہ جانا جائے۔

درس قرآن

قسط نمبر ۳۸

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی اور چیزیں بھی بنائیں۔'' ﴿مِثْلِهٖ﴾ سے کیا مراد ہے، اس بارے میں دو قول ہیں:

الف: اسی کشتی کی مانند اور کشتیاں بنائیں۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ ابو مالک، ضحاک، قتادہ، ابو صالح اور سُدّی کا بھی ہے۔ اسی کو علامہ قرطبی نے صحیح ترین قرار دیا ہے۔ بلکہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ اس کی تائید حسب ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝﴾ [الحاقة: ۱۱، ۱۲]

''بلاشبہ ہم نے ہی، جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔''

یعنی آج بھی تم نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند کشتیوں پر سوار ہو کر بڑے بڑے سمندروں کا سفر طے کرتے ہو۔

ب: دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿مِثْلِهٖ﴾ سے اس جیسی دیگر اشیاء مراد ہیں۔ یہ قول بھی حضرت ابن عباس کے علاوہ عکرمہ، مجاہد، حسن بصری، قتادہ وغیرہ سے منقول ہے اور یوں اس سے دخانی کشتیاں، برقی طاقت سے چلنے والے بحری جہاز اور آبدوزیں بھی مراد ہیں۔ بلکہ ﴿مِنْ مِّثْلِهٖ﴾ میں ہوائی جہاز بھی شامل ہے۔ کشتی پانی کا جہاز ہے جو پانی پر تیرتا ہے جب کہ ہوائی جہاز ہوا پر تیرتا ہے۔ بلکہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے اونٹ مراد ہیں۔ اور یہ ''سفینة البر'' نہیں۔ صحراؤں میں بار برداری کے لیے اور سفر کے لیے سب جانوروں سے زیادہ موزوں جانور یہی اونٹ ہیں۔ بلکہ اس میں ریل گاڑیاں، بسیں اور ٹرک وغیرہ سب سواریاں شامل ہیں۔ گویا ﴿مِنْ مِّثْلِهٖ﴾ کو مبہم رکھ کر قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہوگئی ہیں۔ قرآنِ مجید میں کشتی کے ساتھ ساتھ بالصراحت چوپاؤں کا ذکر اسی مقصد کے لیے ہوا ہے:

﴿وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝﴾

[الزخرف: ۱۲، ۱۳]

''اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب ان پر بیٹھ جاؤ اور کہو: پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔''

یعنی جیسے سمندری سفر کے لیے ہم نے کشتی بنائی ہے اسی طرح برّی سفر کے لیے ہم نے جانور وغیرہ بنائے ہیں۔

بلاشبہ ﴿مِثْلِهٖ﴾ میں یہ تمام اشیاء شامل ہیں۔ مگر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اول تو اونٹ اور کشتی میں کوئی مماثلت نہیں۔ کشتی کی مماثلت دوسری کشتیاں وغیرہ تو ہوسکتیں ہیں، اونٹ وغیرہ برّی جانور ہیں۔ ثانیاً: اس کے بعد ذکر ہوا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کردیں، یہ دلیل ہے کہ اس سے کشتیاں ہی مراد ہیں۔

(الضوء المنير: ۵/۱۱۷)

مگر یہ اشکال محل نظر ہے۔ مماثلت من کل الوجوہ نہیں ہوتی۔

اونٹوں کو عرب "سُفُن البر" یعنی خشکی کے سفینے کہتے ہیں کہ کشتیوں سے اگر دریاؤں اور سمندروں کا سفر طے ہوتا ہے اور ان میں ساز وسامان منتقل کرنے کا ذریعہ ہیں تو اونٹ بھی خشکی (صحرا وغیرہ) کا سفر طے کرنے کی بہترین سواری ہے اور بار برداری کا ذریعہ ہے۔

رہی اس کے بعد کی آیت جس میں غرق ہونے کا ذکر ہے جس کا اطلاق عموماً پانی میں ڈوب جانے پر ہوتا ہے مگر مجازاً ہر قتل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (قاموس) بلکہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جانے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (مفردات)

کشتیوں کو اور دیگر اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے ﴿خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ کہہ کر اپنی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ انھیں بنانے والے اور تیاری کے مختلف مراحل سے گزارنے والے تو کاری گر ہوتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان کاری گروں کو عقل وقوت دینے والا اور ان اشیاء کی تیاری کے اصول وقوانین کو الہام کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ سب سے پہلے جو کشتی نوح علیہ السلام نے بنائی تھی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ [ھود: ۳۷]

''اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔''

گویا یہ پہلی کشتی اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ اسی طرح باقی ایجادات بھی اللہ تعالیٰ کے الہام سے وجود میں آئی ہیں، اسی لیے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ان کو کشتی سمیت غرق کر دیں۔'' اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو اپنی بقا کے سہاروں پر غرور نہیں کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ہوتے ہوئے بھی اللہ کی گرفت سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے انسان کا سارا غرور آن کی آن میں خاک میں ملا دیتا ہے۔ آناً فاناً جیتی جاگتی بستیوں کو پیوند خاک کر دیتا ہے۔ کوہ پیکر جہازوں کو سمندروں کی لہروں کی نظر کر دیتا ہے۔

آئر لینڈ کی ایک کمپنی نے تین سال میں ایک جہاز ٹائی ٹینک تیار کیا جس کی لبائی تقریباً ۸۸۲ فٹ اور چوڑائی ۹۲ فٹ تھی۔ گیارہ منزلوں پر مشتمل تھا اور اس کی بلندی ۱۷۵ فٹ تھی۔ جس کا وزن ۴۶۳۲۸ ٹن تھا۔ جس کے بارے میں کہا گیا کہ اسے کوئی نہیں ڈبو سکتا۔ مگر ہوا یوں کہ آئر لینڈ سے امریکا جاتے ہوئے منزل مقصود (نیویارک) تک پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں ۱۵/ اپریل ۱۹۱۲ء کو سمندر کی لہروں کی نظر ہو گیا۔ اس کے ڈوبنے میں تین گھنٹے لگے، تین ہزار مسافر اس میں سوار تھے۔ اور کوئی حفاظتی تدبیر اسے بچا نہ سکی۔

۱۹۱۲ء میں بنائے گئے اس دیو ہیکل جہاز کی لاگت ۶۵۰۰۰۰۰ لاکھ ڈالر تھی جس کا اس دور میں تخمینہ تقریباً چالیس کروڑ ڈالر بتلایا گیا ہے۔ آئے دن اخبارات میں خبریں شائع ہوتی ہیں کہ فلاں جگہ سمندری جہاز اپنے ساز وسامان اور ہزاروں مسافروں سمیت ڈوب گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ انسانی غرور کا بت آئے دن توڑتا رہتا ہے اور انسان اپنی بے بسی کا اعتراف کرتا ہے مگر اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے فیصلے کا نتیجہ ہے، إلا ما شاء الله.

کشتی ہو یا جہاز، اونٹ ہو یا گھوڑا، کار ہو یا بس یا کوئی اور سواری ہو اس پر کسی انسان کو بیٹھنے کے قابل بھی اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سواری پر بیٹھنے کے بعد جو دعا رسول اللہ ﷺ نے سکھلائی ہے اس میں اللہ کی حمد بھی ہے، اس کی عظمت کا اور اپنی ناتوانی کا اعتراف بھی اور سفری صعوبتوں سے بچنے کی التجا اور سفر میں برائی سے بچنے کی التماس بھی ہے بلکہ ساتھ اہل خانہ کے لیے بھلائی کی دعا بھی ہے۔ چنانچہ سواری پر سوار ہونے پر پہلے بسم الله، پھر تین بار الحمد لله، پھر تین بار الله أکبر کہہ کر یہ دعا رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے:

((﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ o وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا

وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ .))

(صحیح مسلم: ١/ ٤٣٤)

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کردیا، ورنہ ہم میں یہ طاقت کہاں تھی کہ اس کو اپنے بس میں کرتے، بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم اس سفر میں نیکی اور تقویٰ، نیز اس عمل کا سوال کرتے ہیں جو تجھے پسند ہو۔ اے اللہ! ہم پر اِس سفر کو آسان کردے اور اس کی دوری گھٹا دے۔ اے اللہ! تُو سفر میں ساتھی ہے اور اہل وعیال میں جانشین ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں اور بُرے منظر سے اور اہل وعیال اور مال کو بُری حالت میں دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

لہٰذا یہ سواریاں اپنے طبعی تقاضوں پر نہیں چلتیں جیسا کہ ملاحدہ کا خیال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واِعانت سے چلتی ہیں، ورنہ اللہ جب چاہے جہازوں کو غرق کردے، گاڑیوں کو تباہ وبرباد کر دے، جانوروں کو انسان کا باغی بنا دے، ولیس ذلك علی اللہ بعزیز .

اس لیے کہ انسان کی زندگی وموت کا مالک صرف اللہ ہے اور ہر ایک کے مرنے کا سبب اور وقت اس کے ہاں مقرر ہے۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے، موت کا فیصلہ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور امرِ ربی ہے، جب چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے انسان کی موت کا فیصلہ کردیتا ہے، تب کوئی بھی اسے موت سے بچانے والا نہیں۔

﴿فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾ ''(اللہ کے فیصلے کے بعد) نہ کوئی ان کی فریاد سننے والا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ بچائے جاتے ہیں۔'' ''صریخ'' چیخنے چلانے، فریاد اور فریادرسی کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کشتیوں اور جہازوں کو ہم نے تمھارے لیے مسخر کیا ہے۔ یہ ہمارے حکم سے سمندروں کے سینوں پر دوڑتے اور اس کی موجوں اور لہروں کو کاٹتے گزر جاتے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو انھیں ان کے سواروں اور ساز وسامان سمیت غرق کردیں، پھر وہ نہ کوئی فریاد کرسکیں اور نہ ہی کوئی ان کی فریاد رسی کرسکے۔ اگر کوئی فریاد رسی کے لیے پہنچے بھی کہ انھیں بچالیں تو پھر بھی: ﴿وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾ ''وہ بچائے نہ جاسکیں گے۔'' جس میں دراصل ان کی بہرنوع بے بسی کا اظہار ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ﴾ ''ان کا کوئی فریاد رس نہیں ہوگا۔'' یہی حقیقت ایک اور اسلوب میں یوں بیان ہوئی ہے:

﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ [الإسراء: ٦٧]

''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو تم جنھیں پکارتے ہو گم ہوجاتے ہیں سوائے اس (اللہ کے)، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔''

سمندروں میں ایسی صورت حال پر اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کا اظہار یہاں یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ اگر ہم انھیں غرق کرنے کا فیصلہ کرلیں تو کوئی مددگار اور فریادرس انھیں بچانے پر قادر نہیں اور نہ ہی وہ کسی صورت بچ سکتے ہیں۔

﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾ ''مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانے کی وجہ سے۔'' یہ جو دریاؤں اور بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل جیسے وسیع وعریض سمندروں میں تم بہ حفاظت کنارے لگ جاتے ہو یہ تمھاری جہاز رانی کے فن کا کمال نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ فلاں وقت تک اس نے دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونا ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر کوئی بھی ہماری گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ جہاز

رانی کے فن پر کامل دسترس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے تمام سواروں سمیت پانی کی تہ میں اتار دیتا ہے، اس لیے کہ پانی پر قبضہ تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے۔

بعض نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ اگر اللہ کی رحمت شامل حال ہو اور تمھارا ایک وقت تک باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہو تب تو تمھارے بچنے کی کوئی نہ کوئی سبیل کارگر ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو صرف پانی ہی میں نہیں بلکہ مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے کے باوجود بچا لیا تھا۔ موت وحیات اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ بلاشبہ انسان کسی نہ کسی سبب سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے مگر موت دینے والا اور نبض حیات منقطع کرنے والا اللہ ہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ [آل عمران: ١٤٥]

’’اور کسی جان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مرجائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔‘‘

گزشتہ سال کراچی کا واقعہ اخبارات میں شائع ہوا کہ تیرہ منزلہ عمارت سے ایک مزدور سر کے بل نیچے گرا۔ لوگ اسے بچانے کے لیے دوڑے۔ سب کا خیال تھا کہ وہ بس مرگیا لیکن چند لمحہ بعد وہ پاؤں پر صحیح سالم کھڑا ہوگیا۔ مبارک باد دینے والے ساتھیوں نے اس سے مٹھائی کا مطالبہ کیا وہ سڑک پار کرکے دکان پر گیا۔ مٹھائی کا ڈبہ لے کر واپس لوٹا تو سڑک پر گاڑی کی ٹکر سے اسی وقت ڈھیر ہوگیا:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ [لقمان: ٣٤]

’’اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا پوری خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

اس لیے کسی کو زندگی ملتی ہے تو یہ اس کی رحمت ہے، موت واقع ہوتی ہے تو اس کے فیصلے کے مطابق ہوتی ہے۔



تحقیق وتنقید

قسط نمبر ۱

صاحبِ بذل المجهود کا اعتقادی منہج

ریاض احمد عاقب اثری

توحید اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالحین: صحابہ کرام اور تابعین عظام کا موقف بالکل واضح اور دوٹوک ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات مقدس تمام صفات کمال ونعوت جلال سے متصف ہے۔ وہ تمام صفاتِ نقص سے مبرا وپاک ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے اور تمام مخلوق سے منفرد وجدا ہے کما یلیق بجلاله.

سلف امت صفات باری تعالیٰ کو علی وجہ الکمال تسلیم کرتے تھے اور ان پر بغیر کسی تعطیل، تحریف، تکییف، تاویل، تشبیہ اور تمثیل کے ایمان رکھتے تھے۔ اس عقیدے کے بارے میں ائمہ کرام کے اقوال عقائد کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے چند ہم قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

معروف تابعین امام زہری اور امام مکحول رحمۃ اللہ علیہما سے جب صفات سے متعلقہ احادیث کے بارے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"أمروها كما جآء ت بلا كيفية."

(الأسماء والصفات للبيهقي: ٢/ ١٩٨)

''انھیں ایسے ہی قبول کرو جیسے وہ بغیر کسی کیفیت کے منقول ہیں۔''

امام مالک بن انس، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم سے بھی اسی طرح کا قول ثابت ہے، ملاحظہ ہو مصدر سابق۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كنا والتابعون متوافرون نقول: إن الله، تعالى ذكره فوق عرشه، ونؤمن بما وردت السنة به من صفاته جل وعلا."

(الأسماء والصفات: ٤/ ٢٥١)

''ہم اور اکثر تابعین کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے، اور احادیث میں جو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات وارد ہوئی ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔''

حافظ ابن بطہ رقم طراز ہیں:

"أجمع المسلمون من الصحابة والتابعين وجميع أهل العلم من المؤمنين أن الله تبارك وتعالى على عرشه فوق سماواته بائن من خلقه." (الإبانة الكبرى: ٦/ ١٤١)

''صحابہ وتابعین کے جملہ مسلمانوں اور مومنین کے تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، آسمانوں کے اوپر اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔''

حافظ ابونعیم صاحبِ حلية الأولياء لکھتے ہیں:

"طريقتنا طريقة السلف المتبعين للكتاب والسنة وإجماع الأمة ومما اعتقدوه ...... وأن الأحاديث التي ثبتت في العرش واستواء الله عليه، يقولون لها ويثبتونها من غير تكييف ولا تمثيل، وأن الله تعالى بائن من خلقه والخلق بائنون منه لا يحل فيهم ولا يمتزج بهم وهو مستوٍ على عرشه في سمائه ومن دون أرضه."

(العلو للعلي الغفار للذهبي: ١٤٥، ١٤٨)

''ہمارا طریقہ ومنہج سلف والا ہے جو کتاب وسنت اور اجماع امت کے متبع تھے۔ ان کے عقائد میں ہے کہ جن احادیث میں عرش پر اللہ تعالیٰ کا استوا ثابت ہے، ان کے وہ قائل

ہیں اور اسے بغیر کیفیت اور تمثیل کے وہ ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور وہ اس سے الگ ہیں۔ وہ ان میں حلول نہیں کر چکا اور نہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہے، وہ آسمان کے اوپر عرش پر مستوی ہے نہ کہ زمین پر ہے۔''

امام وکیع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"نسلم هذه الأحاديث كما جاء ت ولا نقول: كيف كذا، ولا: لم كذا."

(الإیمان، ص: ٦٧ ماخوذ از عقیدۂ مسلم، ص:١٦٣)

''ہم صفات والی احادیث کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جیسے یہ آئی ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ یہ کیسے ہے اور کیوں ہے؟''

امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد قال غير واحد من أهل العلم في هذا الحديث وما يشبه هذا من الروايات من الصفات ونزول الرب تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا، قالوا: قد ثبتت الروايات في هذا، ويؤمن بها ولا يتوهم، ولا يقال: كيف؟ هكذا روي عن مالك بن أنس وسفيان بن عيينة وعبد الله بن المبارك أنهم قالوا في هذه الأحاديث: أمروها بلا كيف. وهكذا قول أهل العلم من أهل السنة والجماعة. وأما الجهمية فأنكرت هذه الروايات وقالوا: هذا تشبيه."

(جامع ترمذي، تحت رقم الحديث: ٦٦٢)

''اس حدیث اور اس جیسی صفات اور نزول الٰہی کی دوسری روایات کے بارے میں کئی ایک اہل علم نے فرمایا ہے کہ صفات کے بارے میں جو روایات ثابت ہیں ان پر ایمان لایا جائے، ان کے بارے وہم نہ کی اجائے اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے۔ اسی طرح مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک جیسے ائمہ کرام سے مروی ہے کہ انھوں نے ان صفات والی احادیث کے متعلق فرمایا ہے کہ انھیں بغیر کیفیت کے بیان کرو۔ یہی قول اہل سنت والجماعت کے اہل علم حضرات کا ہے۔ رہے جہمیہ تو انھوں نے ان احادیث صفات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے۔''

امام دارالہجرت مالک بن انس سے جب استوا کے بارے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسؤال عنه بدعة، والإيمان به واجب."

(سير أعلام النبلاء: ٨/ ١٠٠، الأسماء والصفات: ٢/ ١٥١)

''استوا کا معنی معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔''

علامہ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں:

"أجمع السلف رحمهم الله على نقله وقبوله ولم يتعرضوا لرده ولا تأويله ولا تشبيهه ولا تمثيله." (لمعة الاعتقاد، ص: ١٤)

''تمام سلف صالحین کا صفات کی روایات کو نقل کرنے اور قبول کرنے پر اجماع ہے۔ انھوں نے ان کو نہ تو رد کیا ہے اور نہ ہی تاویل، تشبیہ اور تمثیل بیان کی ہے۔''

ائمہ کرام کے مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا مسئلہ صفات میں موقف بالکل عیاں ہے۔ وہ صفاتِ الٰہی میں تعطیل، تحریف، تشبیہ، تاویل، تمثیل اور متاخرین کی تفویض کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے برعکس معتزلہ، جہمیہ اور فلاسفہ جیسے فرق باطلہ نے صفات ربانی کا انکار کر دیا اور بیانیہ جیسے غالی فرقے نے صفات الٰہی میں تشبیہ وتمثیل کی ابتدا کی۔ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں جب معتزلہ کی دو بڑی شخصیات: ابوالحسن اشعری (م٣٢٤ھ) اور ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی (م٣٣٣ھ) نے اعتزال سے توبہ ورجوع کیا تو اہل السنۃ

نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور انھیں عزت واکرام سے نوازا۔ اشعری وماتریدی اوران کے اتباع اعتزال سے تو نکل آئے مگر اعتزال کے جراثیم ان سے چمٹے رہے۔ جلد ہی عقدہ کھل کر سامنے آیا کہ یہ حضرات کچھ صفات الٰہی کا ان کے ظاہری معانی کے مطابق اقرار کرتے ہیں اور باقی کی تاویل کرتے ہیں جس اس سے تاویل کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اس سے قبل تین صدیوں تک اہل السنۃ اسماء وصفات پر مشتمل نصوص کی تاویل سے بالکل نا آشنا تھے۔ فتنہ تاویل نے اہل سنت کے علمی حلقوں میں اشاعرہ وماتریدیہ کے ناموں سے شہرت پائی۔ اس فتنہ سے اس وقت سے لے کر آج تک بڑے بڑے علماء، فقہاء اور مفکرین متاثر ہوئے ہیں۔

فقہائے مقلدین ایک طرف تو باب اجتہاد کو مسدود قرار دے کر اپنے اپنے ائمہ کی تقلید کو واجب کہتے ہیں، اپنے اماموں کے اقوال کی روشنی میں فتاویٰ جات صادر کرتے ہیں اوران کی قدیم فقہی کاوش سے سرمو تجاوز کرنے کو اپنے اکابر کی توہین وگستاخی سمجھتے ہیں اور دوسری طرف بابِ عقائد اور اصولِ دین میں صحیح وصریح وارد شدہ نصوصِ قرآنی وحدیثی کی بے باکی سے تاویل کرکے اس قدر اجتہادی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ انھیں سلف صالحین کے علمی مقام ومرتبہ کی قدر ہی نہیں رہتی، إنا لله وإنا إليه راجعون .

حضرات احناف فروعات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فرمودات کو قابل حجت سمجھتے ہیں اور ان کی تقلید کو فرض کہتے ہیں لیکن عقائد وایمانیات میں امام صاحب سے جان چھڑا کر چوتھی صدی ہجری کے ایک متکلم ابومنصور ماتریدی کی تقلید کا پٹہ اپنے گلے میں سجا کر بڑی بے دردی سے صفاتِ الٰہی کی تاویل کرتے ہیں۔

یہی حال شوافع کا ہے کہ انھوں نے فروع دین میں امام شافعی کی پیروی کی اور عقائد کے باب میں ایک عراقی متکلم ابوالحسن اشعری کو اپنا مقتدیٰ وپیشوا بنا لیا، حالانکہ خود علامہ اشعری اپنے کلامی مسلک سے رجوع کرکے اہل السنۃ والجماعۃ میں شمولیت اختیار کر چکے تھے۔ جن کلامی اقوال اور سابقہ موقف سے اشعری وماتریدی رجوع کر چکے تھے، انھی اقوال کی اتباع کو شافعیہ وحنفیہ اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں۔ ان مقلدین کی تالیفات اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ حضرات متکلمین کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور محدثین کو حشویہ، مجسمہ اور غیر فقیہ کہہ کر گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، تلك إذا قسمة ضيزى.

آج بھی یہ حضرات اشاعرہ وماتریدیہ کے غلط افکار ونظریات پر کاربند ہیں اوران باطل افکار وعقائد کی اپنی کتب میں نشر واشاعت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب:

ماضی قریب میں شیخ خلیل احمد سہارنپوری حنفی ہوگزرے ہیں جو ۱۲۶۹ھ بہ مطابق ۱۸۵۲ء میں قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم انبیٹھہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی سوجھ بوجھ اپنے چچا مولانا انصار احمد سے حاصل کی۔ بعدازاں چھ ماہ دارالعلوم دیوبند بھی رہے۔ ۱۲۸۳ھ میں جب مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور) کا قیام عمل میں آیا تو دارالعلوم دیوبند کو خیر باد کہہ کر ''مظاہر العلوم'' تشریف لے آئے اور وہاں اپنے قریبی رشتے کے ماموں مولانا محمد مظہر کی زیر سرپرستی مختلف علوم وفنون میں عبور حاصل کیا۔ موصوف نے انیس سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی، پھر عربی ادب کے حصول کے لیے لاہور کی طرف رخت سفر باندھا، وہاں مولانا فیض الحسن صاحب سے علوم ادبیہ میں مہارت حاصل کی۔ جن اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں شیخ یعقوب علی نانوتوی، شیخ محمد مظہر نانوتوی، شیخ فیض الحسن سہارنپوری، شیخ عبدالقیوم بڈھانوی، شیخ احمد دحلان، شیخ عبدالغنی مجددی اور شیخ اسماعیل روحی کے نام نمایاں ہیں۔

موصوف فروعات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے، عقائد واُصولِ دین میں ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی کے پیروکار تھے اور تصوف میں شیخ رشید احمد گنگوہی، حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی سے بیعت تھے۔ اس کی وضاحت انھوں نے اپنی تصنیف ''المهند على المفند'' المعروف ''عقائد علمائے دیوبند'' میں کی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

"وجماعتنا مقلدون لقدوة الأنام وذروة الإسلام إمام الهمام الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان في الفروع، ومتبعون للإمام الهمام أبي الحسن الأشعري والإمام الهمام أبي منصور الماتريدي في الاعتقاد والأصول، ومنتسبون من طرق الصوفية إلى الطريقة العلية المنسوبة إلى السادة النقشبندية وإلى الطريقة الزكية المنسوبة إلى السادة الچشتية وإلى الطريقة البهية المنسوبة إلى السادة القادرية وإلى الطريقة المرضية المنسوبة إلى السادة السهروردية." (المهند على المفند، ص: ٣٥)

''ہماری جماعت فروعات میں مقتدائے خلق، امام ہمام، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے مقلد ہیں اور عقائد واُصول میں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ما تریدی کے پیروکار ہیں اور طریق ہائے صوفیہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، طریقہ زکیہ چشتیہ، سلسلہ بہیہ قادریہ اور طریقہ مرضیہ سہروردیہ کی طرف منسوب ہیں۔''

شیخ سہارنپوری نے اس جگہ جو اپنا فروعی واعتقادی مسلک ومنہج بیان کیا ہے اس کا اظہار انھوں نے اپنی دیگر کتب بالخصوص "بذل المجهود" میں جگہ جگہ کیا ہے۔

تحصیل علم کے بعد شیخ سہارنپوری سہارنپور، بھوپال، سکندر آباد اور بریلی کی مختلف درس گاہوں میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ موصوف مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور) میں زیادہ عرصہ تعلیمی وتدریسی خدمات پر فائز رہے۔ ایک لمبا عرصہ تک درس وتدریس، بحث وتمحیص، دعوت وتبلیغ اور افتا کے بعد ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو شیخ موصوف اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئے۔

شیخ موصوف نے اپنے پیچھے مختلف تصانیف چھوڑی ہیں۔ ان میں سب سے اہم تصنیف "بذل المجهود في حل سنن أبي داود" ہے۔ "بذل المجهود" میں موصوف نے جہاں فقہی مسائل میں حنفیت کا پرچار کیا وہاں اعتقادی مسائل میں ماتریدیہ وغیرہا کے دفاع میں پوری کوشش وجستجو کی ہے۔ اس جگہ ہمارا مقصود موصوف کا اعتقادی منہج واضح کرنا ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ''کتاب السنة'' قائم کرکے اپنے اعتقادی منہج کو بیان کیا ہے۔ امام صاحب نے عقائد میں منہج سلف پر رہتے ہوئے فرق باطلہ؛ قدریہ، جبریہ، خوارج، مرجئہ، جہمیہ اور روافض کا رد کیا ہے۔ کسی اور مضمون میں ہم امام صاحب کا ''اعتقادی منہج'' ضبط تحریر کریں گے۔ ان شاء اللہ

شارحین سنن ابی داود نے اپنے اپنے عقیدہ ومنہج کے مطابق سنن کی احادیث شرح لکھی ہے، مثلاً: علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی نے سنن ابی داود کی شرح ''عون المعبود'' میں مسلک اہل حق کو واضح کیا ہے کیونکہ محدث ڈیانوی عقیدہ سلفیہ کے علم بردار تھے اور اسماء وصفات کے باب میں کسی بھی قسم کی تاویل وتعطیل کے قائل نہ تھے۔ انھوں نے جا بجا عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ کا پرچار کیا ہے۔ محدث ڈیانوی رحمہ اللہ "حديث اوعال" ((ثم الله تعالى فوق ذلك)) کی شرح میں اپنا عقیدہ یوں ظاہر کرتے ہیں:

"أي فوق العرش، هذا الحديث يدل على أن الله تعالى فوق العرش وهذا هو الحق، وعليه يدل الآيات القرآنية والأحاديث النبوية، وهو مذهب السلف الصالحين من الصحابة والتابعين وغيرهم من أهل العلم قالوا: إن الله تعالى استوى على العرش بلا كيف ولا تشبيه ولا تأويل، والاستواء معلوم والكيف مجهول. والجهمية قد أنكروا العرش وأن يكون الله فوقه، وقالوا: إنه في كل مكان. ولهم مقالات قبيحة باطلة."

(عون المعبود شرح سنن أبي داود: ١٣/ ١٠٩)

''یعنی اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور یہی (موقف) برحق ہے۔

اسی پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ دلالت کناں ہیں اور سلف صالحین؛ صحابہ کرام وتابعین عظام وغیرہم کے اہل علم کا یہی مذہب ہے، وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بغیر کسی کیفیت، تشبیہ اور تاویل کے عرش پر مستوی ہے۔ استوا معلوم ہے اور اس کی کیفیت نا معلوم ہے۔ جہمیہ نے عرش اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی فوقیت کا انکار کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس بارے ان کے قبیح اور باطل اقوال موجود ہیں۔''

مذکورہ بالا عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ صاحب عون المعبود بابِ عقائد میں سلف صالحین کے مسلک پر قائم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بغیر کسی کیفیت، تشبیہ، تمثیل، تعطیل اور تاویل کے بیان فرماتے تھے اور فرق باطلہ جہمیہ وغیرہا کا رد کیا کرتے تھے۔ الحمد اللہ آج بھی اہل حدیث کا عقائد میں یہی مذہب ہے۔ علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کے برعکس جب شیخ خلیل احمد سہارنپوری نے ''حدیث اوعال'' کی تشریح کی تو انھوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے ہٹ کر جہمیہ، ماتریدیہ اور اشاعرہ کی ہمنوائی کی۔ موصوف ''حدیث اوعال'' کے تحت رقم طراز ہیں:

"وليس المراد بالفوقية الجهة والكيفية، بل هو منزه عن التشبيه والتكييف."

(بذل المجهود: ۱۸/ ۲۵۸)

''فوقیت سے جہت اور کیفیت مراد نہیں ہے بلکہ وہ تشبیہ اور کیفیت سے پاک ہے۔''

صاحب بذل المجہود کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ صفت فوقیت اور صفت علو کے قائل نہیں ہیں۔ یہ ان کا موقف بالکل غلط ہے حالانکہ تمام بنی آدم کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر اوپر ہیں۔ اس امت کے تمام سلف صالحین اور محدثین کا یہی موقف ہے، اس بارے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس موقف کی تائید میں عقلی ونقلی دلائل بے شمار ہیں۔ جہمیہ نے صفت علو کا انکار کیا ہے اور اس مسئلے میں ماتریدیہ اور اشعریہ وکلابیہ نے ان کی پیروی کی ہے۔ چونکہ صاحب بذل المجہود ماتریدی واشعری عقیدہ کے حامل ہیں، اس لیے انھوں نے بھی اپنے بڑوں کی پیروی میں صفت علو کی تعطیل کی ہے۔ اس سے صاحب بذل المجہود کا اعتقادی منہج بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے قلم سے مؤلف ''بذل المجہود'' کی اعتقادی لغزشات پر تبصرہ نہیں کریں گے بلکہ عرب کے ایک اہل علم ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس کے رسالہ ''فتح المعبود في بيان الهفوات في كتاب بذل المجهود'' کا ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

اس مذکورہ رسالے میں ڈاکٹر موصوف نے صاحبِ بذل المجہود کی تیرہ اعتقادی خامیاں اُجاگر کر کے اِحقاق حق واِبطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا ہے، فجزاه الله عن المسلمين خير الجزاء.

ہمارا مقصود کسی کو ٹھیس پہنچانا نہیں ہے بلکہ ہم معزز قارئین کرام کو صرف آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ بابِ صفات میں کن فرق باطلہ نے انحراف کی راہ اختیار کی اور ان کے اَتباع نے ان فرقِ ضالہ کی نصرت واِعانت، پشت پناہی اور ان کے دفاع میں کس طرح اوراق سیاہ کیے!

ہم یہاں یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ جو حضرات اپنے آپ کو حاملین عقائد اہل سنت باور کرانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے اکابرین نے بابِ عقائدِ اہلِ سنت میں کیا روش اختیار کی ہے اور عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کو کس انداز میں پیش کیا ہے۔

بابِ صفات میں سلف صالحین کا منہج سب سے زیادہ مضبوط اور سیدھا ہے کیونکہ وہ امت میں سب سے بڑھ کر کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں اور عہد نبوی اور نزولِ قرآن سے قربت کا شرف ان کو حاصل تھا۔ اس کے برعکس باطل وبدعتی فرقے: قدریہ، جبریہ، روافض، جہمیہ، ماتریدیہ، اشاعرہ اور معتزلہ الحادی راہ پر گامزن تھے۔ ان کے عقائد یہود ونصاریٰ کی تعلیمات کا سرقہ، صوفیانہ نظریات وہندو مذہب کا چربہ اور یونان سے درآمد شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مصفی سرچشمہ سے فیض یاب ہونے کی توفیق بخشے، آمین یا رب العالمین۔

قارئین کرام ''فتح المعبود'' کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

تقدیم

بلاشبہ سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف

کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آلِ عمران: ۱۰۲]

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔''

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النسآء: ۱]

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انھیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ اللہ تمھارے اعمال درست کردے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کرلی۔''

"بذل المجهود" کتاب کے مصنف فروعات میں متأخر زمانے کے کبار حنفی ائمہ سے تعلق رکھتے ہیں، ایمان اور حقیقت ایمان میں مذہب مرجئہ پر سختی سے کاربند ہیں اور رب کائنات کی صفات کی تعطیل (نفی) کرنے والوں سے ہیں۔ موصوف نے سنن ابی داود کی (بذل المجهود کے نام سے) شرح لکھی ہے۔ سنن ابی داود میں قائم کردہ کتب میں ایک کتاب ''کتاب السنۃ'' کے نام سے ہے جس میں امام ابوداود رحمہ اللہ نے جہمیہ کا رد کیا ہے اور احادیث نبویہ پیش کرکے ان کے عیوب کا پردہ فاش فرمایا ہے۔ شارح سنن ابی داود (شیخ خلیل احمد سہارنپوری حنفی ماتریدی) نے امام ابوداود کے کلام کو ان کے اصلی مقصود سے پھیرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور متکلمین مرجئہ اور صفات الٰہیہ کی تعطیل (نفی) کرنے والوں کا خوب دفاع کیا ہے۔

جس مقصد کے لیے امام ابوداود نے اپنی عظیم سنن میں اس کتاب کو قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا شارح نے اپنی شرح کے ذریعے اس مقصد کو فوت کرنے کی سعی کی ہے۔ اس شرح میں ان کی جو لغزشات واقع ہوئی ہیں ان کے تعاقب کے لیے اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو کھول دیا ہے۔

میں صرف انھی خامیوں کی نشاندہی کرنے پر اکتفا کروں گا جو ''کتاب السنۃ'' کی شرح کے دوران مصنف سے صادر ہوئیں۔ باقی رہا فرعی مسائل وابواب کا معاملہ تو وہ آسان ہے۔ الحمدللہ میں ان کے رد میں طوالت اختیار نہیں کروں گا کیونکہ میرا مقصد کتاب تالیف کرنا نہیں ہے۔ معطلہ (نفی کرنے والے)، قبر پرستوں اور غلو کرنے والوں کے رد میں اہل علم نے بہ کثرت کتب لکھی ہیں۔ مجمل طور پر میرا مقصد ان اغلاط پر تنبیہ کرنا اور ان کے خلل کو واضح کرنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے قبولیت اور درستگی کا سوال کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

کتبه د. محمد بن عبدالرحمن الخميس

(باقی آئندہ)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ①

چہرے کا پردہ شریعت کی روشنی میں

خزیمہ ہارون الرشید کیلانی

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو پیدا کیا اور ان میں مختلف صورتوں میں مختلف رشتے قائم کیے۔ اور چونکہ مرد و عورت میں ایک دوسرے کی ضروریات رکھی ہیں، لہٰذا مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ عورت کی طرف رغبت کی ایک وجہ اس کا چہرہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو چہرے کے پردے اور مرد کو غض بصر کا حکم دیا ہے۔ بعض لوگ چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، بعض اس کے منکر ہیں، جب کہ ایک گروہ پردے کو واجب قرار دیتا ہے۔ آئندہ سطور میں اس کے استحباب اور وجوب کے قائلین کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا، پھر قارئین فیصلہ فرمائیں کہ پردہ واجب ہے یا مستحب۔

حجاب کی تعریف:

لغوی تعریف: کسی چیز کو ملنے سے روکنا۔ ''فلاں نے روکا'' ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو دو اشیاء کے درمیان حائل ہو جائے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان رؤیت کو ختم کر دیتی ہے۔ عورت کے پردے کو حجاب کا نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ اس طرح مرد عورت کو نہیں دیکھ سکتا۔ (المعجم الوسیط)

شرعی تعریف: (۱) وہ پردہ ہے جو جسم کو اس طرح ڈھانپ دے کہ جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔ (اعداد المرأة المسلمة)

(۲) حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جو نکاح کی خواہش رکھنے والی عورتیں غیر محرم مردوں کی نظروں سے بچنے کے لیے کرتی ہیں۔

(فصل الخطاب لأبي بكر الجزائري، ص: ۲۶)

نقاب: ''مستنقبة'' سے مراد عورت کا اچھی طرح اپنا چہرہ ڈھانپنا ہے۔ (المعجم الوسیط، ص: ۹۴۳)

سب سے پہلے مطلقاً پردہ کے متعلق تمام آیات ذکر کی جائیں گی اور اس کے بعد وہ آیات جن سے پردے کے استحباب پر قائلین دلیل لیتے ہیں، پھر اُن مفسرین کی آراء ذکر کی جائیں گی جو پردے کے واجب یا مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

آخر میں احادیث سے دلیل لینے والوں کے موقف کی تردید دلائل کی رو سے کی جائے گی اور پھر علامہ البانی کا موقف بھی بیان کیا جائے گا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مطلقاً چہرے کے پردے کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کے لیے چند شرطیں ذکر فرمائی ہیں اور پردہ کرنے کو عورت کی حفاظت کا ذریعہ، بہترین اور احسن عمل قرار دیا ہے کہ جو عورت چہرے کا پردہ کرے تو یہ ایک احسن عمل ہے اور جو عورت چہرے کا پردہ نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن جب شروط مفقود ہو جائیں تو پھر چہرے کا پردہ ہر حال میں واجب ہے۔

مطلقاً پردہ کے قرآنِ مجید سے دلائل

دلیل نمبر ۱:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ [الأحزاب: ٥٣]

دلیل نمبر ۲:

﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ [الأحزاب : ۵۹]

دلیل نمبر۳:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النور: ۲۷]

دلیل نمبر۴:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ [النور: ۲۸]

دلیل نمبر۵:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰی لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ [النور: ۳۰]

دلیل نمبر۶:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

[النور: ۳۱]

ان تمام آیات میں پردے کے احکامات اور گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان فرمائے گئے ہیں۔ باقی آیات جو چہرے کے پردے پر واضح اور صریحاً دلالت کرتی ہیں وہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ اور آیت نمبر ۵۹ ہے۔ اس پر تقریباً تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات خصوصاً پردے کے لیے نازل ہوئیں ہیں۔

اور رہی سورۃ النور کی ۳۱ نمبر آیت تو اس میں بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر بعض علماء نے استثنیٰ سے چہرہ اور ہتھیلیاں مراد لی ہیں۔ اس کی وضاحت ان شاء اللہ اس آیت کی تفسیر میں آئے گی۔

دلیل اوّل:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ .... وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ﴾

[الأحزاب : ۵۳]

یہ آیت دو امور پر مشتمل ہے: ایک کھانے پینے کے آداب، دوسرا حجاب۔ اور دونوں امور کے پس منظر میں ایک ایک واقعہ ہے:

پہلا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو دعوت ولیمہ پر ہوئے گئے لوگ کھانے کے بعد وہیں بیٹھے رہے۔ اسی وقت آیت حجاب، یعنی یہی آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ﴾ کی تفسیر: سیّدنا انس، ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ یہ حجاب کی آیت ہے۔ اور ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے۔ (تفسیر ابن عطیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ ۱: حجاب، ۲: مقامِ ابراہیم، ۳: ﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ.... إلخ﴾ (تفسیر ابن عطیہ)

❀ ...... "﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ﴾ سے مراد پردے کے پیچھے سے ہے۔ اس آیت حجاب کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ زوجۂ رسول ﷺ کی طرف دیکھے، خواہ وہ نقاب میں ہو یا بغیر نقاب کے۔"

(تفسیر بغوي، ص: ۲۶۰)

❀ ...... "یہ آیتِ حجاب ہے اور یہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھی۔ جیسا بخاری و مسلم میں ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کی ازواج پر نیک و فاجر لوگ داخل ہوتے ہیں، آپ ﷺ ان کو پردے کا حکم کیوں نہیں دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔" (ابن کثیر)

❀ ...... "**﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ کی تفسیر:** کا مطلب ہے کہ جس طرح تمھیں عورتوں پر داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح ان کی طرف دیکھنا بھی کلی طور پر منع ہے۔" (ابن کثیر)

❀ ...... "اس سے مراد ہے کہ تمھارے اور ان کے درمیان ستر ہو

اور کسی بھی چیز کا سوال پردے کے پیچھے سے کیا جائے۔''

(زبدة التفسير من فتح القدير)

امام جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے ضمن میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں تمام احادیث نقل فرمائی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ حجاب کے بارے میں یہی آیت نازل ہوئی ہے، چنانچہ ابن سعد، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہم سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''مجھ سے زیادہ حجاب کے بارے میں جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ مجھ سے ابی بن کعب نے سوال کیا تو میں نے کہا کہ یہ آیت سیّدہ زینب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔''

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عورتوں کو حجاب کا حکم دیا گیا ہے۔ (الدر المنثور: ٦/ ٥٦٥، ٥٦٦)

❀ ......''اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اور تمھارے درمیان پردہ ہو، نظریں ان کی طرف نہ اٹھائی جائیں۔ اور ان کی طرف دیکھنا بالکل ممنوع ہے۔'' (تفسير سعدی، ص: ٦١٧)

اسی طرح باقی تمام تفاسیر میں بھی یہی رقم کیا گیا ہے کہ یہ آیت پردے کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے مخاطبین مومنین ہیں۔ اور اس پر بھی تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت سیّدہ زینب اور سیّدنا عمر کی موافقت میں نازل ہوئی ہے۔

دلیل دوم:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٩]

''جلباب'' کی تفسیر: ''خمار'' سے بڑے کپڑے کو ''جلباب'' کہا جاتا ہے۔ ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد ''رداء'' ہے۔ اور لوگوں نے ''جلباب'' کو لٹکانے کی صورت میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس اور عبیدہ سلیمانی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کپڑا اس طرح لٹکائے کہ صرف ایک آنکھ ظاہر ہو جس سے عورت دیکھے۔

(تفسیر ابن عطیہ: ۱۲/۱۱۶، ۱۱۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں اور ازواج کو حکم دیں کہ وہ پردہ کریں تاکہ لونڈیوں اور آزاد عورتوں میں فرق ہو سکے۔ ''جلباب'' سے مراد وہ چادر ہے جو ''خمار'' سے بڑی ہو۔ ابن مسعود، عبیدہ، قتادہ، حسن، سعید، ابراہیم نخعی، عطاء خراسانی اور دوسرے علماء وائمہ کے ہاں ''جلباب'' کا یہی مفہوم ہے۔

امام جوہری فرماتے ہیں: اس سے مراد ایسی چادر ہے جس کو مکمل جسم پر لپیٹا جاتا ہے۔

علی بن ابی طلحہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے چہرے اور سر پر چادر ڈال کر اچھی طرح ڈھانپ لیں اور ایک آنکھ ظاہر کریں۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿یدنین﴾ سے مراد ہے کہ عورتیں اپنا چہرہ ڈھانپیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد ہیں اور فاسقوں سے بچ کر رہیں۔

(تفسیر القرآن بکلام الرحمان، ص: ۵۴۲)

❀ ......''جلابیب جمع ہے جلباب کی۔ اس سے مراد وہ دوہری چادر ہے جو عورت کی قمیص اور چادر کے اوپر ہو۔ ابن عباس وعبیدہ سلیمانی کا قول ہے کہ مسلمان خواتین اپنے چہرے اور سروں کو دوہری چادر سے، سوائے ایک آنکھ کے، ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد ہیں۔'' (تفسير بغوي، ص: ٧٦٢)

❀ ...... جلباب سے مراد وہ چادر ہے جسے اگر لپیٹا جائے تو سارا جسم ڈھانپ لے حتی کہ وہ زینت بھی چھپ جائے جس کے چھپانے کا اللہ نے حکم دیا ہے، یعنی چہرہ وغیرہ۔

(زبدة التفسير من فتح القدير، ص: ٥٦٠)

❀ ......''یہاں ﴿مِنْ﴾ تبعیض کے لیے ہے۔ جلباب خمار سے بڑا کپڑا ہے۔ امام جوہری اس سے مراد چادر

لیتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قناع ہے، یعنی دوپٹا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ایسا کپڑا ہے جو تمام جسم کو ڈھانپ لے جیسا کہ صحیح میں ام عطیہ کی روایت ہے۔ امام واحدی فرماتے ہیں کہ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنا چہرہ اور سر ڈھانپیں گی اور صرف ایک آنکھ ظاہر کریں گی۔ امام حسن بصری کے قول کے مطابق نصف چہرہ اور قتادہ کا قول ہے کہ سینہ اور چہرے کا زیادہ تر حصہ پردہ ہے۔'' (فيوض العلام من تفسير آيات الأحكام: ٢/ ١٠٦٥)

❀......''جلباب سے مراد ایسا کپڑا ہے جو جمیع بدن کو ڈھانپ دے۔ علماء نے ابن عباس وعبیدہ سلیمانی کے موقف کہ صرف ایک آنکھ ظاہر ہو، میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس وقتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ عورت پیشانی کے اوپر سے کپڑا سختی سے لٹکائے گی اور ناک تک لے جائے گی اگرچہ صرف ایک آنکھ ہی ظاہر ہو لیکن ضروری ہے کہ یہ چادر سینہ اور چہرہ ضرور چھپائے۔''
(تفسیر قرطبی: ۵۳۲۵/۸)

محمد بن کعب قرظی سے ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ منافقین عورتوں کو تکالیف دیتے، یعنی تنگ کرتے تھے۔ اگر کچھ کہا جاتا تو منافق کہتا کہ میں سمجھا کہ یہ لونڈی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو لونڈیوں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا اور عورتوں نے چادریں اوڑھ لیں اور انھوں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سے صرف ایک آنکھ ظاہر کی اور باقی چہرہ چھپا دیا۔ اور چہرہ چھپانے سے مقصود یہی ہے کہ عورتیں پہچانی نہ جاسکیں۔ (الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ٦/ ٥٨٣)

لیکن علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے'' تک ضعیف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

❀......﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد ظاہری کپڑے ہیں جو عام طور پر عادتاً پہنے جاتے ہیں جب کہ ان میں فتنے کا خدشہ نہ ہو۔ اور ﴿وَلْيَضْرِبْنَ﴾ سے مراد مکمل پردہ ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ زینت کو ظاہر کرنا حرام ہے۔ سوائے ان کے جن کا تذکرہ آیت میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی، ص: ۵۱۵)

❀......﴿لَا يُبْدِينَ﴾ سے مراد ہے کہ عورتیں اپنی زینت غیر محرم کو نہ دکھائیں۔ اس سے ظاہری وباطنی زینت مراد ہے۔ باطنی (خفیہ) زینت سے مراد ٹانگ پر خضاب (مہندی) اور گلے کا ہار وغیرہ ہے۔ عورت کا اس کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور یہاں زینت کی جگہ مراد ہے۔

اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد ظاہری زینت ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کپڑے ہیں جیسا کہ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ میں بھی زینت سے مراد کپڑے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اس سے مراد سرمہ، انگوٹھی، ہتھیلی پر خضاب (مہندی) ہے۔ اس ظاہری زینت کو دیکھنا اجنبی کے لیے جائز ہے جب کہ فتنے کا خدشہ ہو اور نہ ہی شہوت کا، ورنہ غض بصر لازم ہے۔

﴿عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ سے مراد بال، سینہ، سر اور کان کی بالیاں وغیرہ ہیں۔ (تفسير بغوي، ص: ٦٤٩)

دلیل سوم:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور: ٣١]

ابن خویز منداد فرماتے ہیں کہ بے شک جب عورت خوب صورت ہو اور اس کے چہرے سے فتنے کا خدشہ ہو تو اس پر پردہ لازم ہے۔ لیکن بوڑھی عورت ﴿وَالْقَوَاعِدُ .... إلخ﴾ [النور: ٦٠] کی روشنی میں مستثنیٰ ہے۔

زینت کی اقسام:

زینت کی دو اقسام ہیں: زینت ظاہری، زینت باطنی، یعنی خلقی اور دوسری مکتسبی ہے۔ خلقی سے مراد چہرہ ہے جو زینت کی اصل اور جمال کا منبع ہے۔ اور مکتسبی زینت وہ ہے جو عورت اپنی خلقی زینت

کے لیے استعمال کرتی ہے، جیسے: کپڑے، سرمہ، خضاب (مہندی) وغیرہ۔ جو ظاہری زینت ہے وہ اجنبی اور غیر محرم لوگوں کو دکھانا جائز ہے۔لیکن باطنی زینت (چہرہ اور باقی جسم) کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔

کنگن کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ یہ ظاہری زینت ہے کیونکہ یہ ہاتھ میں ہوتا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ باطنی زینت ہے کیونکہ ہتھیلیوں سے خارج ہے اور کنگن کلائیوں میں پہنا جاتا ہے۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ خضاب باطنی زینت ہے جب قدموں پر ہو۔ اور ﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ سے مراد ہے کہ عورت اپنا سر ڈھانپے۔ (تفسیر قرطبی: ۴۶۲۱/۶)

﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے عورت خوب صورتی اور زیب و زینت حاصل کرتی ہے۔ یہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت سے چند چیزیں مستثنیٰ کی ہیں۔

لوگوں کا ظاہری زینت کے بارے میں اختلاف ہے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ ابن عباس، قتادہ اور مسور بن مخرمہ اس سے مراد سرمہ، مسواک، خضاب لیتے ہیں۔ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ عورت کوئی چیز ظاہر نہ کرے گی بلکہ تمام زینت کی چیزیں چھپائے گی۔ اور استثنا صرف ان چیزوں میں ہوگا جن کو بہ حکم ضرورت مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ (فیوض العلام: ۹۳۲/۲)

﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اجنبیوں کے لیے اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جسے چھپانا مشکل ہو۔ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے مراد چادر اور کپڑے، یعنی لباس مراد لیتے ہیں کیونکہ اسے چھپانا مشکل ہے۔ اس کی مثال عورتوں کا ازار ہے جو ظاہر رہتا ہے، اس کا پوشیدہ رہنا ممکن نہیں۔ یہی قول ابن مسعود، حسن، ابن سیرین، ابو جوزاء اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿جُيُوۡبِهِنَّ﴾ سے تقریباً تمام مفسرین نے سینہ اور سر وغیرہ مراد لیا ہے۔

﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد ظاہری کپڑے ہیں جو چھپ نہ سکیں جیسے نقاب وغیرہ۔ ﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ اور سینہ ڈھانپ کر اور نقاب کے ساتھ باہر نکلے۔ اس سے مراد چہرہ اور ہاتھوں کو ظاہر کرنا نہیں ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ .... إلخ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس امر سے مراد غض بصر ہے اور مرد عورت کے چہرے کو فواحش کے سد باب کے لیے نہ دیکھے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لا تتبع النظرة النظرة، الأولى لك والثانية عليك.))

اس سے اظہارِ چہرہ کیسے مراد ہوگا۔''

(تفسیر الکلام بکلام الرحمن، ص: ٤٦٧)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''الدر المنثور'' میں قریباً بائیس روایات، جو آئمہ مفسرین اور صحابہ کے اقوال پر مشتمل ہیں، ذکر کی ہیں اور سب میں چہرے کے پردے پر ہی زور ہے، سوائے دو چار اقوال کے جن کو بعد میں ذکر کیا جائے گا۔

''اس آیت میں ایمان دار عورتوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کے بناؤ سنگھار کی اشیاء، سرمہ اور ہاتھوں کے چھلے پر اجنبی کی نظر پڑنے پر کوئی مضائقہ نہیں مگر بناؤ سنگھار کی ان چیزوں پر بھی آگے مذکورہ رشتوں کے علاوہ کسی کی نظر نہیں پڑنی چاہیے، یہ اولیٰ ہے۔ نماز میں چہرے اور ہاتھ کو کھلا رکھنا جائز ہے، اسی لیے امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عورت کے ہاتھ اور چہرے کو بیان کر کے بناؤ سنگھار کی چیزیں مراد لی ہیں جو کہ آنکھوں کا سرمہ اور انگلیوں کا چھلا ہے۔'' (احسن التفاسیر از سیّد احمد حسن محدث دہلوی رحمہ اللہ: ۳۴۴/۴)

خلاصۂ کلام:

ان تین آیات کی تفسیر میں تمام مفسرین نے چہرے کا پردہ ہی مراد لیا ہے۔ ان تفاسیر میں زینت کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: ظاہری اور باطنی۔

اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے تقریباً تمام مفسرین نے کپڑے، سرمہ، زیور، بالی، مسواک اور نقاب وغیرہ مراد لیا ہے۔ باطنی زینت میں سب نے چہرہ، ہاتھوں اور سر کو داخل کیا ہے۔ چونکہ چہرہ ہی زینت اور توجہ کا مرکز ہوتا ہے، اسی لیے مفسرین نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد چہرہ نہیں لیا۔ واللہ اعلم

آگے ان علماء کے اقوال آئیں گے جنھوں نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں لی ہیں۔

چہرے کے پردے کو مستحب کہنے والوں کی قرآن سے دلیل

کچھ لوگ چہرے کے پردے کو واجب نہیں مانتے اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ چہرے کے استحباب کے قائلین بھی اپنی تائید میں قرآن وسنت سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

[النور: ۳۰، ۳۱]

”اور مومنہ عورتوں کو کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظروں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔“

﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ کی تفسیر میں سعید بن جبیر، امام ضحاک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔

(تفسیر بغوی، ص: ۶۴۹)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے چہرہ، ہتھیلی اور انگوٹھی مراد لی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ امام عکرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ ہے۔ سعید بن جبیر اس سے مراد چہرہ و ہتھیلی لیتے ہیں۔ امام عطاء اس سے دونوں ہتھیلیاں اور چہرہ مراد لیتے ہیں۔

(الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ٦/ ١٦٦)

امام قاضی ابو محمد ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے مراد وہ اعضاء ہیں جو خود بہ خود ظاہر ہو جائیں۔

امام عطاء ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور کپڑے مراد لیتے ہیں۔ (تفسیر ابن عطیہ)

چونکہ چہرے کے پردے کے استحباب اور وجوب کے قائلین میں اختلاف ہے، لہٰذا یہ دونوں موقف ہم احادیث رسول ﷺ پر پیش کریں گے۔ جو اقوال احادیث کے مطابق ہوں گے ان کو قبول کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہونا چاہیے۔ والله الموفق والهادي .

(جاری ہے)

سیرت وسوانح

تذکرہ استاذ العلماء، شیخ المشائخ، حضرت مولانا

ابوالشفیق محمد رفیق اثری حفظہ اللہ

(مولانا) پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ

''جلال پور پیروالا'' ضلع ملتان کی حدود میں انتہائی اہمیت کا حامل شہر ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ انتہائی قدیم ہے۔ یہ ملتان شہر سے تقریباً اسی کلومیٹر دور جنوب مغرب میں واقع ہے۔ محمد بن قاسم، عمال بنی امیہ، ملتان کے اسماعیلی حکام کے علاوہ مغلیہ خاندان، نوابان، ملتان کے علاوہ سکھوں اور انگریزوں کی حکمرانی کے علاوہ مختلف امراء بھی اس علاقے کے حکمران رہے۔

انگریز کی آمد سے قبل یہ علاقہ کچھ عرصے تک ریاست بہاول پور میں بھی شامل رہا۔ سادات کی سکونت کی وجہ سے اسے ''جلال پور سادات'' کہا جاتا تھا۔ اب ایک عرصہ سے جلال پور پیروالا کے نام سے موسوم ہے۔ (''تاریخ جلال پور از مولانا محمد رفیق اثری، ص: ۹-۱۱)

تاریخ اہل حدیث:

اس قصبے میں اہل حدیث کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ انیسویں صدی میں ایک بزرگ مولانا جندوڈہ اس شہر کے محلّہ خواجگان میں مقیم تھے۔ ''جندوڈہ'' سرائیکی زبان کا دیہاتی انداز کا نام ہے، اردو میں اس کا معنی ''عمر دراز'' ہوتا ہے۔

شیخ محترم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ رقم طراز ہیں کہ موصوف انیسویں صدی کے معروف مفتی تھے جو چھوٹی مسجد اہل حدیث محلّہ خواجگان میں امامت خطابت اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔ یہ صالح، زاہد اور شب بیدار تھے۔ انتہائی سادہ مزاج، زندہ دل اور اتباع سنت سے والہانہ شغف رکھنے والے تھے۔ انھوں نے احمد پور شرقیہ کے ایک اہل حدیث عالم مولانا سیّد محمد شاہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مسجد میں نمازیوں کے لیے وضو اور پانی کا انتظام نہ تھا تو آپ رحمہ اللہ گھڑوں کے ذریعے پانی مہیا کرتے تا کہ نمازی وضو کر سکیں۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے تین نکاح کیے لیکن اللہ کی قدرت کہ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ مسجد سے متصل ان کا ایک مکان تھا اور کچھ زرعی رقبہ بھی ان کی ملکیت تھا۔ آپ نے اپنا زرعی رقبہ انجمن اہل حدیث کے نام وقف کر دیا تھا اور مکان کے متعلق فرمایا کہ میرے بعد میری بیویاں یہاں مقیم رہیں گی اور آخر میں فوت ہونے والی کی وفات کے بعد یہ مکان مسجد کی ملکیت ہوگا۔

۱۸۸۴ء کے اواخر یا ۱۸۸۵ء کے اوائل میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تب سے اب تک ان کا وقف کردہ زرعی رقبہ انجمن اور مدرسے کے تصرف میں ہے اور اس کی آمدنی ان کے صدقہ جاریہ کے طور پر ''دارالحدیث محمدیہ'' کے طلباء کی خوراک کے طور پر مستعمل ہے اور رہے گی جو اپنے حقیقی والدین کا گھر چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ اجر وثواب اور یہ تذکرہ خیر زہے قسمت وسعادت، غفر اللہ ورحمہ اللہ ووسع مدخلہ آمین۔

مولانا کی وفات کے بعد ان کے مسجد سے ملحقہ مکان میں ان کی بیوگان کی رہائش رہی۔ ان سب کی وفات کے بعد یہ مکان مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ (تذکرہ محدث جلال پوری، ص: ۶۳)

❀...... آپ اس مولانا ابراہیم چکڑالوی رحمہ اللہ مولوی عبداللہ چکڑالوی، جو فرقہ اہل قرآن کا بانی تھا، کے بیٹے تھے۔ آپ نے دینی تعلیم شیخ الکل فی الکل سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲۰ھ) سے حاصل کی۔ اپنے والد کے ساتھ نظریاتی اختلاف کی بنا

پر گھر بار چھوڑ کر خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ آ گئے۔ بعد ازاں جلال پور آ کر سکونت اختیار کی۔ چھوٹی مسجد میں امامت وخطابت کی خدمات لوجہ اللہ دیتے رہے۔ (۲۹) ذوالقعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۹۱۹ء کو وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے پنجاب از اختر راہی: ۱/۱۴۱ تذکرہ محدث جلال پوری، ص:۶۶)

❀...... مولانا اسماعیل چکڑالوی رحمہ اللہ، آپ مولانا ابراہیم کے فرزند تھے۔ ''انجمن اہل حدیث'' جلال پور پیر والا کے رجسٹرڈ روئیداد میں درج ہے کہ مولوی محمد اسماعیل خزانچی انجمن اہل حدیث مورخہ ۲۳/ مارچ ۱۹۴۴ء بروز خمیس (جمعرات) فوت ہو گئے ہیں۔

(رجسٹر روئیداد، ص:۶۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ:

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری سالوں میں فضیلۃ الاستاذ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ محدث جلال پوری اس شہر میں تدریسی کام کا آغاز کر چکے تھے اور دعوت وارشاد کا کام ان دونوں اہم شخصیات کے اتفاق اور باہمی مودت ومحبت کے ساتھ جاری رہا۔ آپ نے پوری زندگی اسی شہر میں ''دارالحدیث محمدیہ'' میں تعلیم وتدریس دین میں گزار دی۔ آپ کی وجہ سے جلال پور کو اندرون وبیرون ملک علمی حلقوں میں خوب شہرت ملی۔ فتاویٰ اور خاندانی اختلافات کے حل میں آپ کی بات کو حرف آخر تصور کیا جاتا تھا۔ آں محترم ۴/ نومبر ۱۹۹۵ء کو یہ دنیا چھوڑ کر راہ گرائے آخرت ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں سیکڑوں نام وَر اہل علم ہوئے ہیں۔ علمی حلقوں میں جلال پور کے اس ادارے کے پڑھے ہوئے اہل علم کو انتہائی عزت وتکریم سے نوازا جاتا ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''مولانا سلطان محمود کی حیثیت بلاشبہ اقلیم علم کی تھی اور اس اقلیم علم کی بزم تلامذہ کا دائرہ بڑا دست پذیر ہے۔ جن میں مصنف بھی شامل ہیں اور مدرس بھی، خطیبوں کی بھی ان میں اچھی خاصی تعداد نظر آتی ہے اور درویش منش واعظوں کی بھی۔'' (کاروانِ سلف، ص:۴۱۸)

یاد رہے کہ شیخ محترم کے تلامذہ میں ایک بڑی تعداد راسخ العلم، پختہ کار مدرسین کی بھی ہے۔ ان میں سے اکثر کو اپنے اپنے علاقوں ہی میں نہیں بلکہ ملکی سطح پر خوب خوب پذیرائی ملی ہے۔ ان میں مولانا اللہ یار خان، مولانا عبداللہ مظفر گڑھی، مولانا عبدالشکور اثری، مولانا عزیز زبیدی، حافظ عبدالمنعم فاروقی، حافظ عبدالغفار اعوان، حافظ عبدالخبیر، حافظ عبدالمتین، حافظ عبدالعظیم اسد، مولانا عمر فاروق السعیدی، مولانا عبدالستار حماد، مولانا داود مدنی، مولانا عبدالرحمٰن چیمہ، مولانا عبدالجبار، مولانا محمد اشرف جاوید (فیصل آباد)، مولانا سیّد محمد قاسم شاہ (لودھراں)، مولانا حافظ عبدالرشید، مولانا حافظ عبدالحمید، مولانا حافظ محمد انس، مولانا رب نواز، مولانا اسامہ عتیق، مولانا عبداللہ جاوید، مولانا غلام اکبر، مولانا عبدالرحیم، مولانا محمد اسماعیل رحمانی۔

اسی سلالہ طیبہ میں راقم الحروف بھی شامل ہے۔ قارئین! یہ فہرست طویل ہے بہت ہی طویل!

مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ:

شیخ الحدیث محمد جلال پوری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے اہم اور نام وَر شخصیت استاذ العلماء، شیخ الحدیث والقرآن، مفتی زمان، الاستاذ العلامہ ابوالشفیق مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ کی ہے جنھوں نے اپنے شیخ محترم سے کسب فیض کے بعد انھی کے زیر سایہ وزیر تربیت رہ کر اپنی مادر علمی میں تدریسی خدمات شروع کر دیں۔ اللہ کے فضل سے آپ انتہائی قابل، محنتی، مستعد اور باہمت مدرس ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ افتا کی خدمات بھی فی سبیل اللہ سرانجام دے رہے ہیں۔

راقم الحروف جب ۱۹۷۱ء میں دینی تعلیم کے سلسلے میں ''دارالحدیث محمدیہ'' میں پہنچا تو ان دنوں وہاں تین بزرگ اساتذہ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے:

۱۔ شیخ الحدیث حضرت الاستاد محدث مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ

۲۔ نائب شیخ الحدیث مولانا حضرت محمد رفیق اثری حفظہ اللہ

۳۔ حضرت مولانا اللہ یار خان حفظہ اللہ۔

ہر سہ اساتذہ اپنی اپنی ذات کے لحاظ سے انتہائی قابل، محنتی اور مخلص تھے۔

اپنے دیگر اساتذہ کے پہلو بہ پہلو راقم شیخ محترم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ سے بھی انتہائی مانوس اور متاثر ہوا اور ان سے خوب خوب استفادہ کیا۔

آپ انتہائی محنتی اور جفاکش استاد ہیں۔ ہمیں عربی ادب کی کتابیں بڑی توجہ، محنت اور جفاکشی سے پڑھاتے۔ ان کتابوں میں موجود عربی نظمیں زبانی یاد کراتے اور اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ کرنے کی خوب خوب مشق کراتے۔ خوب یاد ہے کہ میرے ابتدائی تعلیمی دور میں آپ "إسبال المطر على قصب السكر" کی تعلیقات لکھ رہے تھے۔ اس کی کتابت کے بعد جب اس کی تصحیح کا مرحلہ آیا تو راقم کو کتاب کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں آپ کی معاونت کرنے کی سعادت ملی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ ہمیں اضافی اور خارجی مطالعہ کرنے کی ترغیب دلاتے کہ اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

"ألفية الحديث للعراقي" پڑھاتے تھے۔ اصولِ حدیث کے فن سے میری رغبت کو دیکھتے ہوئے آپ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی کتاب "معرفة علوم الحديث" (اردو) اپنے ذاتی کتب خانے سے لاکر مطالعہ کرنے کے لیے عنایت فرمائی۔

ایک دفعہ ترجمہ قرآنِ کریم پڑھاتے ہوئے آپ نے مسلسل کئی دنوں تک روس میں مسلمانوں کی حالت زار کا انتہائی رقت کے ساتھ تذکرہ کیا جس سے ہم طلباء از حد متاثر ہوئے۔ ایک دن سبق کے بعد میں نے دریافت کیا کہ شیخ! روس میں مسلمانوں کے ان احوال کے بارے میں معلومات کہاں سے مل سکیں گی؟ تو آپ نے ایک عربی مجلّہ "رابطة العالم الإسلامي" عنایت کیا جس میں اس موضوع پر ایک مفصل مضمون شائع ہوا تھا۔

میں نے کئی بار وہ مضمون پڑھا اور پھر از خود اس کا خلاصہ اردو میں تحریر کرنے کے بعد ایک دن موقع ملنے پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور میری خوب حوصلہ افزائی فرمائی اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ تم یہ مضمون اشاعت کے لیے ہفت روزہ "الاعتصام" کو بھیج دو۔ ساتھ ہی آپ نے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے نام ایک سفارشی رقعہ بھی لکھ دیا۔ میں نے وہ خط اور اپنا مضمون "الاعتصام" کے نام بھیج دیا جو "الاعتصام" کی جلد:۵۲، شمارہ:۴۰، مجریہ:۳۱ مئی ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔

شیخ محترم کی راہ نمائی اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی حوصلہ افزائی سے مجھے آئندہ بھی قلم کاری کا شوق پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہوا کہ یہ سلسلہ دن بہ دن پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا کہ سب میرے شیوخ کی محنت ومحبت کا نتیجہ ہے۔ دعا ہے کہ! اللہ کریم میری تمام تحریروں کو میرے والدین اور میرے جملہ مشائخ عظام کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

شہر جلال پور، دارالحدیث محمدیہ اور پیارے مشائخ کا تذکرہ اس قدر دلچسپ ہے کہ اسے مزید طول دینے کو جی چاہتا ہے مگر اپنے دلی جذبات کو لگام دیتے ہوئے ان تمہیدی گزارشات کو یہیں پر روکتے ہیں اور اب آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف تاکہ آج کی نشست میں ہم شیخ محترم استاد العلماء العلامہ شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ سے متعارف ہوسکیں۔

ابتدائی احوال:

شیخ محترم کی والدہ کے بیان کے مطابق آپ کی ولادت ۱۹۳۷ء کے لگ بھگ ہوئی۔ ان دنوں آپ کا خاندان مشرقی پنجاب کے ضلع سنگرور کے ایک قصبے "عزیز نگر" المعروف "رشیداں والا" میں آباد تھا۔ یہ گاؤں "دھمتان" ریلوے اسٹیشن سے ایک میل کی مسافت پر ہے۔ جہاں سے دہلی جانبِ مشرق اسّی کوس کی مسافت پر ہے اور یہ گاؤں ریاست پٹیالہ کی آخری حدود پر واقع ہے۔ اس سے آگے ضلع حصار شروع ہوتا ہے۔ اب ضلع سنگرور ہریانہ میں ہے جس کا دارالحکومت چنڈی گڑھ ہے۔

عزیز نگر:

مولانا عبدالعزیز کوموی کے تفصیلی احوال مولانا اسحق بھٹی کی

کتاب ''قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' از صفحہ ۷۸ تا ۸۴ ملاحظہ کیجیے۔
عزیز نگر کے حوالے سے ندیم کوموی صاحب کی چٹھی ملاحظہ فرمایئے:
''مہا راجہ پٹیالہ کا ایک شیعہ وزیر تھا جو موضع سمانہ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ سیّد تھا۔ اردو عربی وفارسی علم وادب کا خاص طور سے شائق تھا۔ وہ مولانا عبدالعزیز کا بے حد احترام واکرام کرتا تھا۔ یہ وزیر اعظم پٹیالہ مولانا عبدالعزیز کے تبحر علمی اور ان کے اعلیٰ ذوق ادب کی بنا پر ان سے بے حد متاثر تھا۔ وزیر موصوف بہ نفس نفیس ان کی محفل علمی میں شریک ہونے لگے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے پٹیالہ میں باقاعدہ مولانا سے شرف تلمذ حاصل کیا اور عربی وفارسی اور حدیث کی کتابیں ان سے پڑھیں۔ مہاراجہ پٹیالہ کے شاہی دربار میں مولانا خاص قدر کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ مہاراجہ ان کے علمی وادبی محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ان کی رہائش کے لیے اپنا ایک شاہی مکان انھیں دے دیا۔ نیز ان کے لیے نہایت ارزاں نرخ پر سولہ ہزار بیگھے کا ایک رقبہ انھیں دے دیا گیا۔ اس قطعہ اراضی میں ایک گاؤں آباد ہوا جسے مولانا عبدالعزیز کے نام کی مناسبت سے ''عزیز آباد'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔''

مولانا ندیم کوموی سے سہو ہوا ہے۔ اس گاؤں کا نام ''عزیز نگر'' رکھا گیا تھا مگر رشیدیں کے نام سے معروف ہوا۔ یہ گاؤں شیخ محترم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ کی جائے پیدائش ہے۔ مولانا عبدالعزیز کے خاندان اور اپنے خاندان کی کچھ تفصیل موصوف نے اپنے ایک مضمون میں تحریر کی ہے جو الاعتصام میں شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کی اور گاؤں سے تقریباً چھ میل دور مشرق کی جانب ''پیپل تھے'' نامی قصبے میں جا کر اقامت کی، یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ عید الاضحیٰ سے دوسرے دن ہندو ملٹری کی نگرانی میں وہاں سے بے سروسامانی کے عالم میں قافلہ روانہ ہوا۔ کوئی قیمتی گھریلو سامان ساتھ نہ لے سکے۔ خور ونوش کا معمولی سامان اٹھایا اور چل دیے۔ پندرہ دن کے پیدل سفر کے بعد قافلہ ہیڈ سلیمانکی کے راستے پاکستان کی حدود میں داخل ہوا اور قافلے نے اطمینان کی سانس لی۔ وہاں سے لوگ ملک کے مختلف اطراف میں پھیل گئے، جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر کو چل دیا۔ عجیب افراتفری کا دور تھا۔ ایک ماہ ملتان اور پھر ایک ماہ لودھراں میں گزارا، پھر خانیوال اور پھر دوبارہ ملتان آ گئے۔ وہاں پتا چلا کہ ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ جلال پور پہنچ چکے ہیں۔ سردی کا موسم گزارنے ادھر آ گئے خیال تھا کہ تسلی سے کوئی معقول جگہ تلاش کریں گے مگر تقدیر کے فیصلے نے یہاں سے کسی دوسری جگہ نہ جانے دیا اور یہیں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

شیخ کا بیان ہے کہ ہمارے بزرگوں نے تنگی ترشی کے دن انتہائی صبر اور حوصلے کے ساتھ گزارے اور کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا اور نہ اپنی کمزوری یا احتیاج کا کسی کے سامنے اظہار کیا۔

انجمن اہل حدیث (جلال پور) کے سیکرٹری میاں محمد رمضان مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے اس خاندان کے بعض افراد کو زکاۃ کی رقم دینے کی کوشش کی تو انھوں نے خودداری اور وضع داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زکاۃ کی رقم واپس کر دی کہ ہم ابھی کما کر کھا سکتے ہیں، ہم زکاۃ نہیں لیں گے اور نہ اپنی اولادوں کو اس کا عادی بنائیں گے۔ ہندوستان میں آپ کے علاقے میں ''کوم کلاں'' ضلع لدھیانہ کے مولانا سیّد مولا بخش کوموی رحمہ اللہ کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور لوگ ان سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

قیام پاکستان کے بعد موصوف ٹوبہ ٹیک سنگھ آ کر آباد ہوئے تھے۔ آپ کے علاقے میں مشہور عالم مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ تھے جو غالباً مدرسہ رحمانیہ دہلی کے فیض یافتہ تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے ''سرگودھا'' میں آباد ہوئے تھے۔

استاد گرامی کے والد محترم میاں قائم الدین رحمہ اللہ نے انھی سے علم دین حاصل کیا اور ان کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ عمل بالحدیث کے جذبے سے خوب سرشار تھے۔ جلال پور میں آباد ہونے کے بعد جب

آپ کے والد رحمہ اللہ کو علم ہوا کہ یہاں اہل حدیث کی مسجد اور مدرسہ قائم ہے تو ان کی خوشی دیدنی تھی، چنانچہ آپ کو ''دارالحدیث'' کے شعبہ تعلیم القرآن میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ نے مولوی خوشی محمد رحمہ اللہ سے قرآنِ پاک پڑھا۔ بعد ازاں فارسی تعلیم کے لیے لودھراں کے قریب ''براتی والا'' کے مقام پر واقع مدرسہ ''سبل السلام'' تشریف لے گئے، وہاں سے فارسی اور پرائمری تک تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد قرآن وحدیث اور دیگر علوم متعلقہ کی تعلیم کے لیے دارالحدیث محمدیہ (جلال پور پیر والا) میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

دوران تعلیم سالانہ تعطیلات کے موقع پر مدرسہ ''تقویۃ الاسلام'' لاہور جا کر مولانا شریف اللہ خان رحمہ اللہ سے الشمس البازغہ، سلم العلوم اور مسلّم الثبوت کا درس لیتے رہے۔ اگرچہ آپ اس سے قبل بھی یہ کتابیں پڑھ چکے تھے، اس دہرائی سے آپ کو خوب خوب فائدہ پہنچا۔

گرامی قدر اساتذہ:

آپ نے جن عالی قدر مشائخ عظام سے علمی استفادہ کیا ان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، مولانا عبدالرحیم عارف، مولانا عبدالحمید، مولانا محمد عبداللہ مظفر گڑھی، مولانا عبدالقادر مہند، مولانا محمد قاسم شاہ، مولانا خوشی محمد اور مولانا شریف اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔

ان کے علاوہ آپ نے شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق، مولانا سیّد داود غزنوی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے بھی خوب کسب فیض کیا۔ بالخصوص حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

> ''مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی راہنمائی اور عقائد کی بعض کتابوں کی تدریس سے جو اس احقر کو فائدہ پہنچا اس کا اجر اللہ رب کریم ان کو ضرور عطا فرمائے گا۔ مولانا ہر سال سالانہ امتحانات کے موقع پر جلال پور تشریف لایا کرتے تھے۔ طلباء، اساتذہ اور منتظمین کے لیے ان کے مشورے بہت وقیع ہوتے۔ راقم نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔

مولانا نے اپنے اساتذہ کرام سے حاصل کردہ ''اجازۃ الروایۃ'' کی اجازت راقم کو بھی عطا فرمائی۔'' جزاہ اللہ خیرا. (محدث جلال پوری، ص:۱۸۴)

علمی مصروفیات:

شیخ محترم عمر رسیدہ ہونے کے باوجود انتہائی محنتی اور انتھک ہیں۔ ان کا سارا دن علمی مصروفیت میں گزرتا ہے۔ صبح سے دوپہر تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات (فتاویٰ) تحریر فرماتے ہیں۔

''دارالحدیث محمدیہ'' کے طلباء واساتذہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی لائبریری کی نگرانی، نئی کتب کی خریداری اور جلد بندی، حسب ضرورت فرنیچر اور دیگر ضروریات کی فراہمی جیسی ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے کندھوں پر ہیں۔ اس کے علاوہ مدرسے کے آمد وخرچ کا حساب بھی اکثر وبیشتر آپ ہی کے پاس ہوتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد نماز مغرب سے کچھ پہلے تک بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے قائم کردہ ادارے میں بھی فی سبیل اللہ تدریس کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ نیز آپ کی زیر نگرانی بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے بھی ایک ادارہ ''اسلامیہ مڈل سکول'' کے نام سے کام کررہا ہے جس میں عصری علوم کے علاوہ قرآن وسنت کی تعلیم کا خصوصی انتظام ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ محترم کس قدر مصروف رہتے ہیں۔ اس سب کے ساتھ ساتھ آپ عمدہ تصنیفی ذوق بھی رکھتے ہیں اور آپ کے گوہر بار قلم سے بہت سے علمی جوہر پارے منصۂ شہود پر آچکے ہیں ع

قلم کی اشک باری سے کتابیں مسکراتی ہیں

شروع ہی سے پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ قلم کاری، یعنی مضامین ومقالات نگاری کے علاوہ تصنیف وتالیف کی طرف آپ کا میلان رہا، چنانچہ آپ کی مندرجہ ذیل کتب اس وقت مرتب اور اکثر وبیشتر شائع ہوچکی ہیں اور علمی حلقوں میں از حد مقبول ہیں:

۱۔ **ضوء السالك على موطأ لإمام مالك** رحمہ اللہ: موطأ امام مالک حدیث کی ایک معروف ومتداول کتاب ہے۔ آپ نے

اس پر مختصر حواشی اور تعلیقات لکھی ہیں۔آپ نے ان حواشی میں موطا پڑھنے پڑھانے والے علماء وطلباء کی ضرورت کے پیش نظر مرفوع احادیث کی تخریج کی ہے۔منقطع اور بلاغات مالک کی اسانید کا تعین کیا ہے۔مشکل الفاظ کو لغوی نقطہ نظر سے حل فرمایا ہے۔فقہی مسائل کی توضیح کرتے ہوئے اختلافی مسائل میں مسلک محدثین کی بادلائل تائید وترجیح فرمائی ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کے ۶۶۵ صفحات پر مشتمل ہے اور فاروقی کتب خانہ (ملتان) کی طرف سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔

۲۔التعليق النجيح على مشكاة المصابيح:

❀......اس کتاب میں آپ نے احادیث مشکاۃ کی تخریج بہ حوالہ متعلقہ کتاب، باب اور بہ قید جلد اور صفحہ کی ہے۔

❀......فصل ثانی اور فصل ثالث کی احادیث کی استنادی حیثیت کا تعین کیا ہے۔

❀......مشکل الفاظ کا لغوی حل پیش فرمایا ہے۔

❀......فقہی اور اختلافی مسائل میں مسلک محدثین کو دلائل سے ترجیح دی ہے۔ یہ کتاب تاحال شائع نہیں ہوسکی۔

۳۔ترجمہ افادات مشکاۃ المصابیح: آپ نے مشکاۃ المصابیح کے اردو ترجمہ وافادات کا آغاز کیا تھا۔حدیث نمبر۴۲۳ تک کام مکمل ہوا تھا کہ ۴رنومبر ۱۹۹۵ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال کے بعد سابقہ ذمہ داریوں کا سارا بوجھ آپ کے کندھوں پر آپڑا جس کی وجہ سے تصنیفی کام کی رفتار قدرے متاثر ہوئی ہے۔تاہم آپ اپنے شروع کیے اس علمی منصوبے کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہیں۔اللہ کریم آپ کو اس کی توفیق بخشے گا،ان شاء اللہ

۴۔موطأ امام مالک مع اردو ترجمہ وافادات: آپ کو طویل تدریسی عرصے کے دوران متعدد بار موطأ امام مالک پڑھانے کا موقع ملا۔ آپ نے جہاں عربی میں اس پر حواشی رقم فرمائے اس کے ساتھ ساتھ اس اہم علمی وحدیثی کتاب کا اردو ترجمہ کرکے ہر حدیث کے ذیل میں افادات بھی رقم فرمائے ہیں۔ یہ اہم کتاب طباعت کے تکمیلی مراحل میں ہے۔

۵۔التعليقات الأثريه على الألفية: یہ محدث حافظ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم عراقی کی اصول حدیث کے موضوع پر ایک اہم علمی کتاب ہے جس کا نام "المقاصد المهمة المسمى بألفية الحديث" ہے۔کچھ عرصہ قبل تک یہ کتاب دینی مدارس کے نصاب میں شامل تھی۔آن جناب نے اس پر "التعليقات الأثرية" کے نام سے حواشی ترتیب دیے ہیں۔اس کتاب کو پہلی بار آپ نے اپنے قائم کردہ ''اثری ادارہ نشر وتالیف'' کے زیر اہتمام شائع کیا تھا۔اب مکتبہ امام بخاری (کراچی) نے اسے بہت بہتر انداز سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے صفحات ایک سو سے زائد ہیں۔اصل کتاب ایک ہزار دو اشعار پر مشتمل ہے۔

۶۔التعليقات على إسبال المطر على قصب السكر: اصولِ حدیث کے موضوع پر "قصب السكر" ایک منظوم کتاب ہے۔اس کی شرح "إسبال المطر" ہے۔یہ کتاب سب سے پہلے آپ کی تعلیقات سے مزین ہوکر زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اب ''دارالسلام'' نے اس عظیم علمی ذخیرے کو اپنی روایات کے مطابق انتہائی خوب صورت انداز سے شائع کردیا ہے۔

مندرجہ بالا چھ کتب اور ان کے تعارف سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ محترم کو حدیث اور متعلقات حدیث سے کس قدر لگاؤ ہے۔

۷۔اسلامی طرز زندگی (منہاج المسلم کا اردو ترجمہ): فضیلۃ الشیخ ابوبکر الجزائری مدینہ منورہ کی ایک عظیم اور عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت ہیں۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیفات میں ایک کتاب ''منہاج المسلم'' بھی ہے۔جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کے متعلق عام فہم انداز میں ہدایات اور معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے۔ شیخ محترم نے اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کا سلیس اردو ترجمہ کیا ہے اور بہت سے مقامات پر آپ نے فقہی مسائل پر حواشی میں مدلل انداز سے نقد بھی کیا ہے۔ ۷۸۸ صفحات پر مشتمل یہ نادر علمی کتاب عالمی اشاعتی

ادارے دارالسلام کی طرف سے انتہائی جاذب نظر اور خوب صورت انداز میں شائع کی گئی ہے۔

۸۔تبیان الأدلہ فی إثبات رؤیۃ الأھلۃ: یہ رسالہ شیخ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ کا ہے جو مسجد حرام مکہ مکرمہ کے محکمہ دینی امور کے رئیس، مملکت سعودیہ عربیہ کے چیف جسٹس اور مملکت سعودیہ عربیہ کے عظیم المرتبت کبار علماء کمیٹی کے رکن تھے۔ یہ رسالہ ان کی تالیف ہے۔ جسے استاد محترم نے اردو قالب میں ڈھالا اور ''اثری ادارہ نشر وتالیف'' نے اسے شائع کیا ہے۔ اردو ترجمے کا نام ''مسئلہ رؤیت ہلال؛ ادلہ شرعیہ کی روشنی میں'' ہے۔

۹۔ھدایۃ الناسك إلی أھم المناسك: یہ رسالہ بھی سماحۃ الشیخ عبداللہ بن محمد بن حمید رحمہ اللہ کی تالیف ہے جسے استاد محترم نے اردو قالب میں ڈھالا اور ''اثری ادارہ نشر وتالیف'' نے اس کی اشاعت کی ہے۔ یہ کتابچہ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۰۔شرح خطب حجۃ الوداع: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو مختلف خطبے دیے وہ کتب حدیث کے مختلف ابواب میں منتشر ہیں۔ شیخ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ نے انھیں یک جا کر کے شائع کیا۔ شیخ محترم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر ان خطبات کو بھی اردو قالب میں ڈھال کر شائع کیا ہے۔

۱۱۔شرح حدیث ((إنما الأعمال بالنیات)): شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حدیث "إنما الأعمال بالنیات" کی شرح کی ہے۔ شیخ محترم نے اسے اردو قالب میں ڈھالا۔ یہ ترجمہ ماہنامہ دعوت اہل حدیث (حیدر آباد، سندھ) میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ جہاد اور ہمارے فرائض

۱۳۔اہل حدیث کون؟

۱۴۔فضائل ومسائل رمضان المبارک

۱۵۔السیف المسلول للسنۃ العلیا علی الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی یہ ضخیم کتاب روافض کے رد میں ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر آپ نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے اور اس کی تبویب وتخریج کر کے استفادے کو آسان کر دیا۔ عرصہ ہوا یہ عظیم القدر علمی کتاب فاروقی کتب خانہ (ملتان) سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۶۔مسائل قربانی

۱۷۔نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ

۱۸۔ جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

۱۹۔فقاہت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

۲۰۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام

۲۱۔ تاریخ جلال پور پیروالا: یہ کتاب ۲۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ''اثری ادارہ نشر وتالیف'' نے شائع کیا ہے۔ جلال پور کی تاریخ پر یہ پہلی مدون تحریر ہے۔

۲۲۔ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ محدث جلال پوری؛ حیات، خدمات، آثار: شیخ محترم مولانا اثری حفظہ اللہ کی یہ کتاب ان کے (اور میرے) شیخ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ کے احوال وواقعات پر مشتمل جامع ''سوانح حیات'' ہے۔ اس میں آپ نے حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی حیات، خدمات اور آثار کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔ زبان، انداز اور مندرجات کے اعتبار سے یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو خوب صورت اسلوب میں بیان اور جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کے خاندان، تعلیم وتربیت، نہج تبلیغ، انداز تدریس اور ان کے بعض علمی مباحث ومذاکرات، الغرض ان کی حیات طیبہ کے تمام گوشے اس میں منضبط کر دیے گئے ہیں اور فاضل مصنف ولائق شاگرد نے حق شاگردی نہایت حسن وخوبی سے ادا کیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں محدث جلال پوری رحمہ اللہ کے لائق فرزند وحید پروفیسر محمد یحییٰ حفظہ اللہ کا ''سایہ رحمت'' کے زیر عنوان دس صفحات پر مشتمل یادگار مضمون ہے۔ جس میں ایک ہونہار بیٹے نے انتہائی سعادت مندی کے ساتھ ایک وقت کے محدث والد محترم کا تعارف

اچھوتے انداز میں پیش کیا۔ کتاب کے آخر میں حضرت الشیخ کے معروف تلمیذ مولانا ابوعمار عمر فاروق السعیدی ﷾ کا ایک تأثراتی مضمون شامل ہے۔ اس کے بعد راقم الحروف کا ایک مضمون ''میرے مربی محدث جلال پوری'' کے عنوان سے ہے۔ کتاب ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ''اثری ادارہ نشر وتالیف'' نے دارالسلام کے طباعتی معیار پر پیش کیا ہے۔

شیخ محترم اثری ﷾ کی ان تصنیفات کی فہرست سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر قابلیت، کتنے علمی جذبے اور بے پایاں علمی ذوق سے نوازا ہے۔

۲۳۔ فتاویٰ: آغاز میں حضرت الشیخ مولانا سلطان محمود فتاویٰ کی املا کرایا کرتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے بعد سے یہ معمول ہوا کہ حضرت الشیخ آئے ہوئے سوالات شیخ محترم اثری ﷾ کے سپرد کرکے جواب لکھنے کا حکم فرماتے۔ اس سے ایک تو ان کی تربیت مقصود تھی اور دوسرا ان کے علم وفضل پر اعتماد کا اظہار بھی تھا۔ آپ سوالات کے جوابات تحریر کرکے حضرت الشیخ ﷫ کی خدمت میں پیش فرماتے اور آں محترم اسے پڑھ کر دستخط ثبت فرما دیتے تھے۔ بعض اوقات یہ خدمت بعض دوسرے تلامذہ کے سپرد بھی کردیتے تھے۔ جن میں برادر بزرگ مولانا ابوعمار عمر فاروق السعیدی ﷾ کا نام بھی آتا ہے۔ پورے عرصے میں صرف ایک یا دوبار ایسا ہوا کہ حضرت الشیخ ﷫ نے اثری صاحب کو دوبارہ فتویٰ لکھنے کی ہدایت فرمائی۔ شیخ محترم نے اس وقت سے اب تک کے تمام فتاویٰ کو محفوظ رکھا ہے۔ اب یہ فتاویٰ مولانا محمد افضل اثری ﷾ (کراچی) کے حوالے کیے گئے ہیں تاکہ وہ ان فتاویٰ کو منقح ومنزہ کرکے قابل اشاعت بنائیں۔ والله تعالى الموفق.

قارئین محترم! میرے گرامی قدر شیخ مولانا محمد رفیق اثری ﷾ کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انھیں صرف جماعت اہل حدیث ہی نہیں بلکہ دیگر طبقات میں بھی انتہائی احترام اور قدر ومنزلت حاصل ہے۔

آپ ۱۹۵۶ء سے تدریس کررہے ہیں۔ اب تو آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان بھی شہرت کی رفعتوں پر فائز ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں محدث بھی ہیں اور مفسر بھی، مصنف بھی ہیں اور خطیب بھی، مفتی بھی ہیں اور مناظر بھی۔

حضرت الاستاد ﷾ کے نامی گرامی تلامذہ کی طویل فہرست میں بندۂ عاجز ناچیز راقم الحروف بھی شامل ہے۔ آپ کا تربیت یافتہ اور پروردہ ہونے کے ناتے میرا حق بنتا تھا کہ میں احباب کو اپنے عظیم المرتبت شیخ کی شخصیت کا تعارف کراؤں۔ میں اپنی اس تحریر کو اختصار کے دائرے میں محدود رکھنا چاہتا تھا۔ انتہائی اختصار کے باوجود عقیدت ومحبت کے جذبات میں ڈوبا یہ قلم رواں ہوا تو بہتا ہی چلا گیا۔

شیخ محترم کے متعلق کہنے اور لکھنے کو بہت کچھ ہے۔ چونکہ میرے شیخ تعریف وتوصیف کو قطعاً پسند نہیں فرماتے، اس لیے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا۔

تاہم اس قدر لکھنے کے باوجود یقین جانیے مجھے قلبی اطمینان نہیں ہورہا۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہے کہ شیخ محترم کا تعارف کرانے کے باوجود ؏

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ چند سطور بھی نوک قلم پر محض اس لیے آگئی ہیں کہ یہ رسم دنیا ہے اور آداب الفت ومحبت بھی، حق تلمذ بھی ہے اور آپ کے مقام وخدمات کا اعتراف بھی۔ ورنہ آں محترم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مدح وستائش سے بے نیاز اور خدمت وتبلیغ دین کے جذبے سے مالا مال ہیں۔ اب آپ کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے۔

دعا ہے اللہ کریم آپ کو صحت وسلامتی والی طویل عمر عطا فرمائے اور دین کی مزید خدمت کی توفیق بخشے، آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ماخوذ از: ''کاروان سلف'' از مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ ''دبستان حدیث'' از مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ ''مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری؛ حیات، خدمات، آثار'' از مولانا محمد رفیق اثری۔ ''تاریخ جلال پور پیر والا'' از مولانا محمد رفیق اثری۔ ''تذکرہ علمائے پنجاب'' از اختر راہی۔

مکتوباتِ علمیہ

ایک مکتوب، تبصرہ اور ایک اہم فروگزاشت کی وضاحت

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

جناب رشید اللہ یعقوب صاحب کراچی کے ایک صاحب علم وفضل اور صاحب حیثیت بزرگ ہیں۔ متعدد علمی کتابوں کے مؤلف ہیں اور خود ہی ان کو اعلیٰ معیاری انداز سے طبع کروا کر مفت تقسیم کرتے ہیں۔

تقریباً دو سال قبل انھوں نے ایک کتاب تحریر کی کہ اللہ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کرنا اور خدا یا گاڈ یا کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

راقم نے س کتاب کو پڑھ کر ایک تحسینی مکتوب فاضل مؤلف حفظہ اللہ کو ارسال کیا تھا جس میں ان کے اس موقف سے اختلاف بھی کیا تھا کہ انھوں نے اللہ کے لیے اکثر وبیشتر جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

یہ مکتوب کاغذات میں پڑا ہوا تھا، خیال آیا کہ اس کو ''الاعتصام'' میں شائع کردیا جائے کیونکہ اب متعدد لوگ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اللہ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنے لگے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ صیغۂ جمع اللہ کے شایانِ شان ہے اور صیغۂ واحد میں توہین ہے۔ حالانکہ راقم کے خیال میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کے شایانِ شان صیغۂ واحد ہی ہے نہ کہ صیغۂ جمع۔ مزید تفصیل مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں جو درج ذیل ہے۔ (صلاح الدین یوسف)

محترم جناب رشید اللہ یعقوب صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ ارمغانِ علمی ''اللہ وحدہ لا شریک لہ اور خدا'' نظر نواز ہوا اور دل ودماغ کو خورسند کرگیا، جزاك الله أحسن الجزاء.

آپ نے سچ فرمایا ہے کہ اس موضوع پر تحقیق کی سعادت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مخلصانہ اور تحقیقی وعلمی کاوش کو قبول فرمائے اور اس کو آپ کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔

اس سعادت سے بھی اللہ تعالیٰ بہت کم لوگوں کو نوازتا ہے کہ وہ علمی وتحقیقی ذوق واستعداد سے بہرہ ور ہوں اور وسائل فراواں کے حامل بھی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

آپ بھی انھی خوش نصیبوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں نعمتوں میں اور اضافہ فرمائے۔ لیکن اس کتاب میں آپ نے اللہ کے لیے صیغۂ واحد کے بجائے صیغۂ جمع کے استعمال کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور اس کے لیے انسانوں کی مثالیں دی ہیں حالانکہ وہ بے مثال ہے، اس کو انسانوں کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا، نہ اس کے لیے مثالیں بیان کرنا ہی جائز ہے:

❀...... ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

❀...... ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ [النحل: ۷۴]

اللہ کے لیے ''آپ'' کے لفظ میں تصنع اور بناوٹ ہے جو اللہ کے لیے زیبا نہیں جب کہ لفظ تُو میں بے تکلفی اور اپنائیت ہے، اس میں قطعاً توہین کا شائبہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دوستوں میں بے تکلفی اور باہم محبت ہوتی ہے وہ آپس میں تُو کا لفظ ہی استعمال کرکے اپنی اپنائیت، خلوص ومحبت اور خصوصی تعلق خاطر کا اظہار کرتے ہیں۔

اس لیے مجھے آپ کے اور آپ کے ہم نوا دیگر اہل علم وحضرات

کے موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ آپ اپنی اس رائے پر نظر ثانی فرمائیں۔ آپ ذرا خود غور فرمائیں کہ ایک سال کے غور وخوض کے بعد بھی آپ اپنے موقف پر قائم نہیں رہ سکے اور فطرت کی آواز کو دبانے میں سعیِ بسیار کے باوجود کامیاب نہیں ہوسکے۔

آپ نے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: ١١] کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

حالانکہ آپ کے موقف کے مطابق اس کا ترجمہ یوں بنتا ہے:

''کوئی چیز ان کے مشابہ نہیں اور وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والے ہیں۔''

پہلے ترجمے میں اپنائیت اور فطرت کا اظہار ہے جو پسندیدہ امر ہے جب کہ دوسرے ترجمے میں تکلف اور تصنع کا اظہار ہے جو بیگانگی کا مظہر اور ناپسندیدہ ہے۔ آگے انتساب میں بھی پہلا ترجمہ ہی دیا گیا ہے۔ ص: ۲۵۴ میں ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ [النحل: ٧٤] کا ترجمہ دیا گیا ہے:

''اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کیا کرو، بلاشبہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اسی صفحے پر سورۃ الاخلاص کا ترجمہ بھی صیغۂ واحد کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کو جمع کے صیغے میں بدل کر دیکھ لیں، یہ حسن، اپنائیت والی خوبی جو اس ترجمے میں ہے وہ نہیں رہے گی۔

کتاب ہی سے اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یہ دو مثالیں ہی کافی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے (اور غالباً علماء میں یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس کا آغاز کیا ہے) اور ان کے تتبع میں مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم وغیرہ نے بھی یہی اسلوب اختیار کیا ہے لیکن ان کی یہ تحریریں پڑھ کر راقم کے دل ودماغ پر ہتھوڑے برستے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، آپ کی اس تازہ تالیف نے ان زخموں کو پھر تازہ کر دیا ہے۔

بہرحال راقم کا موقف یہی ہے کہ ہمارے پچھلے علماء نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جو صیغۂ واحد استعمال کیا ہے، وہی توحید کے تقاضوں کے زیادہ مطابق ہے۔ انسان اپنے لیے اس میں توہین محسوس کرتا ہے تو یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں توہین کا قطعاً کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ اس میں اپنائیت کا زیادہ اظہار ہے۔

مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ کا بھی ایک فتویٰ ''کفایت المفتی'' کتاب العقائد میں اس کی تائید میں موجود ہے اور اس کی نویں جلد کے آخر میں اس کے مرتب ان کے گرامی قدر صاحب زادے نے اس کی تائید میں قدرے تفصیل سے اس کی حمایت کی ہے۔

بہرحال اس تالیف لطیف پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ نے تحقیق اور فریضۂ حق گوئی کا حق ادا کر دیا ہے، تقبل الله مساعيكم وبارك في جهودكم ، آمين .

أسماء الله عزوجل (جلد دوم) اور اسی طرح الصلاة والسلام على رسول الله (اول، دوم) کے مطالعے سے ابھی تک محروم ہوں۔

اس کتاب میں غیظ، کو ہر جگہ غیض وغضب لکھا گیا ہے، اس کی تصحیح ضرور فرما لیں۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ والسلام

دعا گو وطالب دعا

صلاح الدین یوسف (مدیر: شعبۂ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور)
۴۰/۱۲۴ شاداب کالونی، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور



استاذ الاساتذہ مولانا سید عبدالشکور رحلت فرما گئے

استاذ الاساتذہ سید عبدالشکور صاحب (سانگلہ ہل والے) ۳۰راگست بروز جمعرات وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مرحوم ایک منجھے ہوئے استاذ اور شیخ الحدیث تھے۔ مرحوم نے اپنی زندگی میں دینی کتب کی اشاعت بھی کی۔ بڑی ضخیم کتب انھوں نے ''المکتبۃ الاثریہ'' سانگلہ ہل کے نام سے شائع کیں۔
ان دنوں جامعہ امام بخاری سرگودھا میں صدر مدرس تھے۔ ستیانہ بنگلہ کے مدرسہ میں بھی تدریس کرواتے تھے۔ گزشتہ دنوں انھیں برین ہیمبرج کا عارضہ ہوا تو لاہور کے میو ہسپتال میں چودہ دن کی بے ہوشی کے بعد وفات پا گئے۔ نماز جنازہ ستیانہ بنگلہ اور سانگلہ ہل میں ادا کی گئی۔ بے شمار افراد شریک جنازہ ہوئے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کا انتقال

مولانا پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری کنگن پوری ۱۴راگست ۲۰۱۲ء بروز منگل طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مولانا پروفیسر ابراہیم خادم قصوری ایک معروف خطیب وادیب تھے۔ انھوں نے کنز مکہ، مسک المدینہ اور مسک المختوم کتب تحریر کیں مسلک اہل حدیث اور شان اصحابِ رسول ﷺ کے علاوہ ردشرک وبدعت، توحید ان کی خطابت کے موضوعات ہوتے تھے۔
طویل عرصے سے ہیپاٹائٹس اور شوگر جیسے امراض میں مبتلا رہ کر وفات پا گئے۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ مولانا پروفیسر عبدالستار حامد صاحب نے پڑھائی۔ بعدازاں کنگن پور قصور میں سپرد خاک کیا گیا۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ (پس ماندگان)

مولانا عبدالحفیظ کوکب کا انتقال

مولانا عبدالحفیظ کوکب چونیاں گزشتہ دنوں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہترین مقرر، سماجی وجماعتی شخصیت تھے۔ ان کے پس ماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہے۔ ان کی نماز جنازہ پروفیسر ساجد میر صاحب نے پڑھائی۔ شرکاء جنازہ میں حافظ عبدالکریم، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، پروفیسر حافظ عبدالستار حامد سمیت تمام ضلعی قائدین شامل ہوئے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ (حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی)

خاک سے پیدا ہوا تُو خاک میں مل جائے گا

نالہ بلبل میں کیا پیغامِ سوز و ساز تھا　　غنچہ غنچہ گلستاں کا گوش بر آواز تھا!

خاک سے پیدا ہوا تُو خاک میں مل جائے گا　　ہے وہی انجام تیرا جو تیرا آغاز تھا

کوہ و صحرا کیا لرزتے تھے زمین و آسماں　　یہ مسلمانِ تن آساں جب کبھی جانباز تھا

تُو حقیقت اور طریقت کے جھمیلوں نہ پھنس　　دین قیم اب معما ہے نہ پہلے راز تھا

موت آئی اَور انساں کو اچک کر لے گئی　　اقربا مجبور تھے معذور چارہ ساز تھا

موت سے پہلے جو مصروفِ تکلم تھا ابھی　　لمحہ بھر کے بعد وہ اِک سازِ بے آواز تھا

اُلفتِ اہلِ جہاں پر کیا بھروسہ کیجیے　　جا رہے ہیں ڈال کر مٹی وہ جن پر ناز تھا

آہ اے عاؔجز نظر آتے نہیں وہ لوگ آج
لب پہ جن کے ذکرِ حق سینوں میں سوز و ساز تھا

(عبدالرحمٰن عاؔجز مالیرکوٹلوی)